محی الدین نواب

چوک میو ہسپتال، نسبت روڈ، لاہور۔

اندھی چال

عقل کے اندھے دولت کی خاطر خون کے رشتوں سے منہ موڑ لیتے ہیں لیکن جو عقل مند ہوتے ہیں وہ رشتوں کے اس تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے دولت کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔

ایک عاقبت نااندیش شخص کا قصہ، اس نے ایک بیش قیمت ہیرے کی خاطر اپنا بیٹا چھوڑ دیا تھا۔

وہ بستر پر لیٹنے جارہی تھی۔ دستک کی آواز سن کر چونک گئی۔ چونکنے کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی بلا آگئی ہو۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں بستر سے نائٹ گون اٹھا کر پہنا۔ دروازے کے باہر کال بیل کا بٹن تھا۔ اگر بیل کے ذریعے مخاطب کیا جاتا تو اسے دروازے کے قریب پہنچ کر پوچھنا پڑتا کہ اتنی رات کو کون آیا ہے؟

لیکن دستک کا انداز رازدارانہ تھا' جانا پہچانا تھا۔ وہ خوب سمجھ رہی تھی کہ آنے والا یا والی کون ہے اور جو بھی ہے اس کی آمد اسے دہشت زدہ کر دیتی ہے اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر آہستگی سے اسے کھول دیا۔

کھلے ہوئے دروازے پر ایک دراز قد حسینہ کھڑی ہوئی تھی' اس نے پتلون پر اوور کوٹ پہن رکھا تھا۔ کوٹ کے کالر کو ایک ہاتھ سے یوں تھامے ہوئے تھی جیسے چہرے کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہو' فلیٹ ہیٹ پیشانی پر جھکا ہوا تھا۔ گھنی ریشمی زلفوں کے سائے میں چہرے کی اُجلی رنگت چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں۔ ان نگاہوں سے پتہ چلتا تھا کہ اس نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ اس کے ہونٹ گلابی ہوں گے لیکن کمرے کے اندر سے آنے والی نیلی روشنی میں' وہ ہونٹ پیازی لگ رہے تھے۔ ایسی عورتیں پیاز کی طرح اپنا بھاؤ بڑھانا جانتی ہیں۔

وہ ایک ادائے ناز سے چلتے ہوئے کمرے کے اندر آئی۔ دروازہ کھولنے والی نے دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر کہا۔ "روزی! میں نے تو کہہ دیا تھا جیسے ہی نمبر معلوم ہوگا' میں فون کے ذریعے بتا دوں گی۔"

روزی نے پلٹ کر اسے دیکھا پھر چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ "مس نائلہ! کیا وہ نمبر قیامت تک معلوم ہوگا؟"

نائلہ نے عاجزی سے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "میں کیا کروں؟ زبیر صاحب اپنی ڈائری کسی کے ہاتھ لگنے نہیں دیتے۔ اسے بریف کیس میں رکھتے ہیں اور بریف کیس بھی نمبروں کے ذریعے لاک ہوتا اور کھلتا ہے۔ یقیناً اس ڈائری میں تجوری کا نمبر لکھا ہوا ہے

اور اہم باتیں بھی لکھی ہوں گی۔ تب ہی زبیر صاحب اس کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔"

روزی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تم کہتی ہو مسٹر زبیر دفتری اوقات میں ڈائری کو میز پر چھوڑ کر ایک منٹ کے لئے کہیں نہیں جاتے۔ ایسی صورت میں نہ تو تم اس ڈائری کو چُرا سکو گی اور نہ ہی اس ڈائری میں لکھا ہوا نمبر نوٹ کر سکو گی۔ وہ نمبر نہیں ملے گا تو ہم تجوری نہیں کھول سکیں گے۔"

"میرے بس میں ہوتا تو یہ کام منٹوں میں کرکے تم لوگوں سے پیچھا چھڑا لیتی۔ آخر کب تک مجھے بلیک میل کیا جائے گا؟"

"بکواس مت کرو۔ کام کی بات کرو۔ آج کے اخبار میں تمہارے باس زبیر کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے۔ زبیر کو ایک باڈی گارڈ کی ضرورت ہے۔"

"ہاں' اس کے لئے درخواستیں آرہی ہیں۔"

"تم مسٹر زبیر کی پرسنل سیکرٹری ہو تمہاری سفارش کے ذریعے ہمارا آدمی باڈی گارڈ کی حیثیت سے اس کے قریب رہ سکتا ہے۔"

"اگر تمہارے بھیجے ہوئے شخص میں باڈی گارڈ بننے کی صلاحیتیں ہوں گی تو میری سفارش کام آجائے گی۔"

"ہمارا آدمی بہت ہی باصلاحیت ہے' فوج میں رہ چکا ہے' دور ہی سے مجرموں کی بو سونگھ لیتا ہے لیکن وہ اندھا ہے۔"

"کیا؟" نائلہ نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر روزی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ کوئی بھی ہوش مند' کسی اندھے کو اپنا باڈی گارڈ نہیں رکھے گا۔"

"تم مسٹر زبیر سے کہو۔ وہ ایک بار اس اندھے کا انٹرویو لے' وہ اندھا اسے ضرور متاثر کرے گا۔"

"مسٹر زبیر کو کچھ بتانا تو ہوگا کہ میں اندھے کو کس طرح جانتی ہوں' کس طرح اس کی صلاحیتوں پر یقین رکھتی ہوں تب ہی سفارش کر رہی ہوں۔"

"اس کا نام جواد عصری ہے۔ وہ تمہارے دفتر میں کل صبح آئے گا۔ تم اپنے باس سے جاکر کہنا کہ ایک اندھا امیدوار کی حیثیت سے آیا ہے اور بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ اس کی باتیں سن کر تم متاثر ہوگئی ہو۔ مسٹر زبیر اس اندھے سے ملاقات کریں گے' انٹرویو لیں گے۔ اس کے بعد یقیناً تمہاری رائے پوچھیں گے۔"

"وہ باس ہیں۔ مجھ جیسی سیکرٹری سے مشورہ نہیں لیتے ہیں۔"

روزی نے حقارت سے کہا۔ "مجھے نادان نہ سمجھو' جہاں دل پھینک قسم کے باس ہوں اور تمہاری جیسی حسین اور نوجوان سیکرٹری ہو تو دفتر کے بند کمرے میں باس کے فیصلے بدلے جاسکتے ہیں۔"

"تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔ میں ایسی نہیں ہوں۔"

"تمہاری بہن تو ایسی ہے۔"

"اُسی کی وجہ سے میں بلیک میلنگ کا نشانہ بن رہی ہوں۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ آئندہ بلیک میلنگ نہ ہو تو یہ کام کردو۔ خواہ یہ کرنے کے لئے تمہیں اپنی بہن جیسی بننا پڑے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے حاکمانہ انداز سے اسے دیکھا' شانِ بے نیازی سے چلتے ہوئے دروازے تک گئی' اسے کھولا پھر پلٹ کر بولی۔ "کل صبح دس بجے تمہارے دفتر میں جواد عصری آئے گا۔ یاد رکھو' وہ اندھا ہے۔"

اس نے یہ کہا پھر دروازے سے باہر چلی گئی۔

☆======☆======☆

ملک محمد زبیر نے اپنی حسین سیکرٹری کو حیرانی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مس نائلہ! شاید تمہارا دماغ چل گیا ہے یا پھر مجھے احمق سمجھ رہی ہو۔ کیا میں تمہارے کہنے سے کسی اندھے کو باڈی گارڈ بنالوں گا؟"

"سر! میں جانتی ہوں' آپ کا یہی جواب ہوگا لیکن یقین کریں اس اندھے نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ بڑی دلچسپ باتیں کرتا ہے' آپ ایک بار اس سے مل لیں۔"

زبیر نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کس لئے ملوں؟ کیا باڈی گارڈ بنانے کے لئے؟ کیا تم باڈی گارڈ کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"جی ہاں' محافظ کو کہتے ہیں' ایسا محافظ جو اپنی جان پر کھیل کر بھی آپ کی حفاظت کرسکے۔"

"صرف جان کی نہیں' مال کی بھی حفاظت کرے۔ آج کل بھری پُری سڑکوں پر ڈاکے پڑتے ہیں۔ دن دہاڑے بنک لوٹ لئے جاتے ہیں کوئی بڑے بڑے اداروں کے اسٹاف کی تنخواہ لے کر جاتا ہے تو ریوالور دکھا کر وہ ساری رقم لوٹ لی جاتی ہے۔ کسی دن کوئی میرا بریف کیس چھین کر لے جاسکتا ہے۔ مجھے دولت سے زیادہ ان کاغذات کی فکر ہے جو میرے بریف کیس میں رہتے ہیں کیا وہ اندھا میری اور میرے بریف کیس کی

حفاظت کر سکے گا؟"

"یہ میں نہیں جانتی' لیکن میں نے آج تک آپ سے کچھ نہیں چاہا۔ آج اتنا چاہتی ہوں کہ اسے ایک بار اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع دیں۔"

"تم میرا وقت ضائع کرنا چاہتی ہو۔ بہرحال' جاؤ اسے اندر بھیج دو۔"

وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر آواز سنائی دی' "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

زبیر نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے چند لمحوں تک دیکھتا رہ گیا۔ وہ عجیب بے ڈھنگی صورت والا انسان تھا۔ سر منڈا ہوا تھا' ناک پھیلی ہوئی تھی' اس کی بھنویں موٹی اور بھدی تھیں جیسے موٹی موٹی گھاس اُگی ہوئی ہو اور آنکھیں؟

اس کی آنکھیں تھیں اور نہیں بھی تھیں' دیدے سفید تھے اور آنکھوں کی پُتلیاں بھی سفید پڑ گئی تھیں۔ پُتلیاں اوپر کی طرف یوں اٹھی ہوئی تھیں جیسے وہ اوپر کو دیکھ رہا ہو بشرطیکہ وہ دیکھ سکتا ہو۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "میں سمجھ گیا' آپ خاموشی سے میرا جائزہ لے رہے ہیں ہاں' ٹھیک ہے۔ اچھی طرح دیکھ لیجئے۔"

زبیر نے کہا۔ "تم جدھر رخ کئے ہوئے ہو میں اُدھر نہیں اِدھر ہوں۔"

جواد عصری اُدھر گھوم گیا' مسکرانے لگا۔ جیب سے کچھ نکالنے لگا۔ کچھ لوگ یوں مسکراتے ہیں کہ ہونٹ نہیں کھلتے۔ کچھ زیادہ مسکراتے ہیں تو دانت دکھائی دیتے ہیں' جواد عصری اتنی شدت سے مسکرا رہا تھا کہ اس کے مسوڑے تک دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک تصویر دکھائی' تصویر کا کچھ حصہ پھٹا ہوا تھا' وہ اس کی اپنی تصویر تھی۔ اس نے کہا۔

"جناب! اس تصویر کو ذرا غور سے دیکھیں' یہ میری ہے۔ اس میں میری آنکھیں نظر آئیں گی۔ میرے سر پر بال بھی ہیں اگر آپ مجھے ملازم رکھیں گے اور آپ کو میرا منڈا ہوا سر پسند نہیں آئے گا تو میں بال بڑھا لوں گا لیکن افسوس آنکھیں گئی ہیں' یہ واپس نہیں آئیں گی۔"

زبیر نے پوچھا۔ "تم اندھے ہو' پھر کس اعتماد پر ملازمت حاصل کرنے آئے ہو؟"

"مجھ میں ایک باڈی گارڈ کی صلاحیتیں ہیں۔ میں ایک بار کان سے کوئی آواز سن کر اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ دوسری بار وہی آواز کہیں سنوں گا تو بتا دوں گا کہ وہ فلاں شخص ہے یا فلاں چیز کی آواز ہے۔ میں سونگھ کر بتا سکتا ہوں کہ کس نے کون سی خوشبو لگائی ہے یا پھر وہ کن غلاظتوں سے گزر کر آرہا ہے۔"

زبیر نے ذرا دائیں سے بائیں گھوم کر کہا۔ "اپنی صلاحیتوں کا کوئی ثبوت پیش کرو۔"

اس نے دانت نکال کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "جناب! آپ ریوالونگ چیئر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔"

زبیر نے چونک کر اس کی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم دیکھ رہے ہو؟"

"کاش میں دیکھ سکتا۔ ابھی آپ کرسی پر بیٹھے بیٹھے شاید کسی طرف گھوم گئے تھے۔ مجھے آواز سنائی دی تھی۔ کرسی کو ہٹانے کی آواز کچھ ہوتی ہے' اسے اٹھا کر ایک طرف رکھنے کی آواز کچھ اور ہوتی ہے۔ اگر ریوالونگ چیئر ہو تو اس کی آواز قدرے مختلف ہوتی ہے۔"

"تمہیں کس نے بتایا کہ یہاں باڈی گارڈ کی ضرورت ہے؟"

"میں اخبار پڑھ نہیں سکتا لیکن پڑھنے والوں سے سُن سکتا ہوں۔"

"کوئی میرا بریف کیس چھین کر بھاگنے لگے تو تم کیا کرو گے؟"

"آپ ایسی چیز اپنے ہاتھ میں کیوں رکھتے ہیں جس کے چھن جانے کا اندیشہ ہو' اپنی کوئی بھی اہم چیز میرے ہاتھ میں دیں' مجھ سے کوئی نہیں چھین سکے گا۔"

"میں تمہارے دعوے کو کیسے درست سمجھ لوں۔"

"ایسے کہ آپ کی جیب میں ایک روپیہ بھی ہو گا تو دنیا سمجھے گی' آپ لاکھوں روپے اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ میری جیب میں لاکھوں روپے ہوں گے تو دنیا مجھے خالی اور بے مقصد آدمی سمجھتی رہے گی۔"

زبیر نے پائپ میں تمباکو ڈال کر سلگایا۔ پھر اس کا ایک کش لے کر دھواں چھوڑتے ہوئے کہا۔ "تمہاری گفتگو مدلل ہے لیکن میں تم پر بھروسہ کیسے کروں؟"

"کسی بھی باڈی گارڈ پر بھروسہ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

ایسا کہتے ہوئے جواد نے فضا میں منہ اٹھا کر ناک سکوڑ کر کچھ سونگھا پھر کہا۔ "آپ ورجینیا تمباکو استعمال کر رہے ہیں۔"

زبیر نے ایک دم سے چونک کر اسے دیکھا۔ "کمال ہے! تم تو آنکھوں والوں سے زیادہ دیکھ سکتے ہو۔"

"نہیں جناب! میں سونگھ سکتا ہوں۔ جتنے برانڈ کے تمباکو میرے استعمال میں رہ چکے ہیں' میں ان کی بُو پہچان لیتا ہوں۔"

"تم آنکھوں والے تھے' اندھے کیسے ہو گئے؟"

اس نے اپنے سر کو جھکا کر دکھاتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھئے! میرے سر کے پچھلے حصے میں زخم کا نشان ہے۔ کسی نے پیچھے سے مجھ پر زبردست حملہ کیا تھا۔ اتنے زور کی ضرب لگائی تھی کہ میں چکرا کر گرا تو میرے دیدے الٹ گئے۔ مجھے اس وقت احساس نہیں ہوا۔ ہوش آنے کے بعد یوں لگا جیسے پُتلیاں اوپر چڑھ گئی ہوں۔ مجھے ہر چیز مٹی مٹی سی نظر آرہی تھی۔ وہ بھی اوپر کا حصہ نظر آتا تھا اگر میں زمین کو دیکھنا چاہتا تو سر کو بالکل جھکانا پڑتا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی۔ تصویر میں آپ کو میری پُتلیاں سیاہ نظر آئیں گی اور میری آنکھوں کو دیکھئے' یہ پُتلیاں اب سفید پڑ گئی ہیں۔"

"کیا یہ پُتلیاں ہمیشہ اوپر اٹھی رہتی ہیں؟"

"یہ ایک جگہ ٹھہر گئی ہیں۔ میں انہیں حرکت دینا چاہتا ہوں تو دیکھئے......."

اس نے پُتلیوں کو حرکت دینے کی کوشش کی تو وہ پُتلیاں لرز کر رہ گئیں لیکن اپنی جگہ قائم رہیں۔ زبیر نے کہا۔ "اپنی کسی اور صلاحیت کا اظہار کرو؟"

"میں نے ٹیلی فون ڈائلنگ کی بڑی مشق کی ہے۔ میں آواز سن کر بتا سکتا ہوں کہ کون سا نمبر ڈائلنگ کا مرحلہ طے کرکے اپنی جگہ واپس آتا ہے۔"

زبیر نے ٹیلی فون کو اپنے قریب کیا پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے ڈائل کرنے لگا۔ وہ سر اٹھائے چھت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ڈائلنگ کی آواز سن کر اس نے کہا۔

"میں توجہ سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ ذرا ٹھہر ٹھہر کر ڈائل کریں تاکہ میں ساتھ ساتھ نمبر بتاتا جاؤں۔"

وہ کان لگا کر سننے کے لئے میز پر جھک گیا۔ زبیر نے اسے دیکھا اگرچہ اس اندھے کا رُخ اس کی طرف تھا لیکن پُتلیاں اوپر اٹھی ہوئی تھیں اور آنکھیں تو بے نور تھیں۔ اس کے دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ صرف فون کی طرف کان لگائے سن رہا تھا۔ اس نے ڈائل کرنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی جواد عصری نے کہا۔ "تھری۔" پھر اس نے کہا۔ "نائن" پھر اس نے آواز سن کر کہا۔ "زیرو" پھر اس نے کہا "ایٹ" پھر اس نے کہا "فائیو' ون۔"

زبیر اپنی جگہ سے اچھل کر کھڑا ہوگیا۔ حیرانی سے بولا۔ "کمال ہے تم ڈائلنگ کی مختصر سی آواز میں سمجھ لیتے ہو کہ کون سا نمبر کتنی دیر میں اپنا سفر طے کر رہا ہے۔ میں تمہیں ملازم رکھوں گا۔ یہاں بیٹھو۔"

اس نے چھڑی کے ذریعے معلوم کیا' کرسی کہاں ہے پھر وہاں بیٹھ گیا۔ زبیر نے

پوچھا۔ "تم کہاں رہتے ہو؟ اور اب تک کیا کرتے رہے؟"

وہ جواب دینے سے پہلے مسکرانے لگا۔ اس کی مسکراہٹ دیکھ کر منہ پھیر لینے کو جی چاہتا تھا۔ کم بخت کی باچھیں پوری طرح پھیل جاتی تھیں اور دانت تو دانت' مسوڑھے تک نظر آنے لگتے تھے۔ اس نے کہا۔ "گلشن اقبال میں دو ہزار گز کے پلاٹ پر میری ایک کوٹھی ہے۔ میں جواد کیمیکل انڈسٹریز کا مالک ہوں۔"

"کیا تم مذاق کر رہے ہو؟"

"میں ایسا جھوٹ نہیں بولتا جسے سچ نہ سمجھا جائے' اور ایسا سچ کبھی نہیں بولتا جو بعد میں جھوٹ ثابت ہو جائے۔"

"میں حیران ہوں کہ تم کون ہو اور یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ کیا تم میرا وقت ضائع نہیں کر رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں' میں سنجیدگی سے ایک باڈی گارڈ کی ملازمت حاصل کرنے آیا ہوں۔"

"کون نہیں جانتا کہ جواد کیمیکل انڈسٹریز کا مالک کروڑ پتی ہے اور وہ میرے پاس آکر باڈی گارڈ بننے کی التجا کرے تو میں اسے کیا سمجھوں؟"

"میری مجبوری سمجھیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب میری بیوی سے میرا جھگڑا ہوتا ہے تو وہ میرے گھر اور جائیداد کی مالکہ بن جاتی ہے۔ مجھے گھر سے نکل جانے کا حکم دیتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے میں اندھا ہوں' باہر جاکر ٹھوکریں کھاؤں گا لیکن میں ثابت کرتا ہوں کہ باصلاحیت ہوں اور عزت سے روٹی حاصل کر سکتا ہوں۔"

"پہلے میں بیگم جواد عصری سے فون کے ذریعے معلوم کرتا ہوں کہ تمہاری باتوں میں کتنی صداقت ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی' وہ اندھا دیدے اٹھائے آواز سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ نے بریف کیس کھولا ہے۔ شاید نمبروں کے ذریعے کھلتا ہے کیونکہ چابی گھمانے کی آواز سنائی نہیں دی تھی۔"

زبیر نے کہا۔ "میں تمہاری صلاحیتوں کو مان گیا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی ڈائری نکالی۔ وہ ڈائری جسے حاصل کرنے کے لئے یا کم از کم اس کے اندر درج شدہ معلومات تک پہنچنے کے لئے اس اندھے نے وہاں تک رسائی حاصل کی تھی۔

وہ ڈائری میں جواد عصری کی رہائش گاہ کا نمبر معلوم کر رہا تھا۔ جواد نے کہا۔ "آپ

میری بیگم سے بات کرنا چاہتے تھے' اب کیا کر رہے ہیں؟"

"اگر وہ تمہاری بیگم ہیں تو میں اپنی ڈائری میں ان کا فون نمبر تلاش کر رہا ہوں۔"

"میں بتا رہا ہوں۔"

اس نے نمبر بتائے' زبیر نے ڈائل کئے پھر تھوڑی دیر بعد رابطہ قائم ہو گیا۔ کسی کی نسوانی آواز سنائی دی۔ زبیر نے کہا۔ "ہیلو! میں مسز جواد عصری سے بات کرنا چاہتا ہوں۔" رس بھری آواز سنائی دی۔ "میں مسز جواد بول رہی ہوں۔"

"میں ملک محمد زبیر' الیکٹرونک گڈز کا امپورٹر ہوں۔ اس وقت ایک نابینا صاحب میرے سامنے تشریف رکھتے ہیں اور خود کو جواد عصری کہہ رہے ہیں۔"

بیگم نے تقریباً چیخ کر کہا۔ "اوہ مائی گڈنس! وہ میرے شوہر ہیں' آپ کے پاس کیسے پہنچ گئے؟"

"میں نے اخبار میں ایک باڈی گارڈ کے لئے اشتہار دیا تھا۔ یہ صاحب باڈی گارڈ بننے کے لئے آئے ہیں۔"

"نان سنس۔ یہ مجھے بہت پریشان کرتے ہیں۔ میری جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جب بھی جھگڑا ہوتا ہے مجھے چڑانے کے لئے اپنا سر منڈا لیتے ہیں' اپنا حلیہ بدل دیتے ہیں اور گھر سے نکل جاتے ہیں۔ چیلنج کرتے ہیں کہ میں خود ہی انہیں لینے آؤں گی۔"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے' ان کا چیلنج پورا ہو رہا ہے' آپ یقیناً آئیں گی۔"

"تماشا بننے سے بہتر ہے کہ خود انہیں منا کر لے آؤں۔ میں آ رہی ہوں۔"

زبیر نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "مسٹر جواد! مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ پر شبہ کیا۔ آپ تو واقعی جواد عصری ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولا۔ "یقیناً روزی یہاں آ رہی ہو گی۔"

آپ کی وائف کا نام روزی ہے؟"

"اس کا نام روزینہ ہے۔ میں اسے روزی کہتا ہوں۔ آپ نے تو مجھے میری بیوی کے حوالے کرنے کا پروگرام بنالیا ہے جبکہ میں کچھ عرصے تک اس سے دور رہنا چاہتا ہوں۔"

"آپ اس سے دور کیوں رہنا چاہتے ہیں؟ کیوں لڑتے جھگڑتے ہیں؟"

"میں اندھا ہوں' اپنی بیوی کے حسن کو دیکھ نہیں سکتا لیکن ہر جگہ اس کے حسن

کے چرچے سنتا ہوں۔ ہاں اسے چھو کر اندازہ کر سکتا ہوں کہ وہ کس قدر حسین اور جوان ہے۔ میں شاید احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ مجھ جیسے حلیے کے آدمی کو وہ شاید دولت کی وجہ سے قبول کرتی ہے۔ مجھ سے محبت نہیں کرتی ہے اور.......... اور.........."

وہ کہتے کہتے رک گیا۔ زبیر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ کیا آپ کوئی بات مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں؟"

"چھپانے کی بات ہے لیکن آپ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں تو میں آپ کو اپنا رازدار بنالوں۔"

زبیر نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا۔ "میں تمہارا دوست ہوں اور آج سے تم مجھے تم کہو گے' آپ نہیں۔"

وہ مسکرانے لگا۔ زبیر نے کہا۔ "میں نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہے۔"

جواد نے جلدی سے ہاتھ بڑھایا' وہ ہاتھ اِدھر اُدھر فضا میں بھٹکا' پھر زبیر نے اسے تھام لیا۔ انہوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا' جواد نے کہا۔ "میں اب بھی آپ کی اور آپ کی اہم چیزوں کی حفاظت کر سکتا ہوں۔ باڈی گارڈ کی حیثیت سے نہ سہی' ایک دوست کی حیثیت سے۔ کیا آپ ایک دوست کی حیثیت سے میرا ایک کام کریں گے؟"

"ضرور کروں گا' بتاؤ۔"

"پہلے یہ بتاؤ' تمہاری عمر کیا ہے؟"

"یہی کوئی چالیس کے قریب۔"

"کیا تم خوبرو ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "میں اپنے منہ سے اپنی تعریف ہی کروں گا۔ تمہیں کیسے یقین آئے گا؟"

"تم نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ مجھ سے جھوٹ نہیں بولو گے۔"

"میں بھی تمہاری طرح یہ نہیں کہہ سکتا کہ عورتیں میری طرف' میری خوب روئی کے باعث مائل ہوتی ہیں یا میری دولت کو دیکھ کر۔"

"ہاں' ہم دولت مندوں کے لئے یہ ایک بڑا المیہ ہے۔ ہم اپنی بیویوں کی دوغلی محبت کو سمجھ نہیں پاتے۔ میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے روزی پر بھروسہ نہیں ہے۔ یقیناً وہ اپنی اونچی سوسائٹی میں کسی خوبرو جوان سے عشق کرتی ہو گی۔ کیا آپ اس کے متعلق معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم دیکھ نہیں سکتے۔ میں تمہاری بیوی پر نظر رکھوں گا تو کیا تم شبہ نہیں کرو گے کہ میری نظر بھی بدل گئی ہے۔"

جواد نے مسکرا کر کہا۔ "جس طرح تم کسی بھی باڈی گارڈ پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہو' اسی طرح میں بھی کسی کو دوست بنا کر اس پر اعتماد کرلینا چاہتا ہوں۔ طویل عمر گزارنے کے لئے کسی نہ کسی پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔"

"تم درست کہتے ہو۔ اسی لئے میں نے پہلی بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی نہیں کی۔"

"کیا آئندہ شادی کا ارادہ نہیں ہے؟"

"نہیں' جب یوں ہی گزر ہو جاتی ہے تو شادی کیوں کی جائے؟"

جواد نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہاری یہ سیکرٹری مس نائلہ بہت خوبصورت ہے؟"

"بہت حسین ہے لیکن بہت ہی سنجیدہ اور ریزرو رہتی ہے' اس کے سامنے شوخی دکھانے کی ہمت نہیں پڑتی' اس لئے میں ایک باس کی حیثیت سے خود سنجیدہ رہتا ہوں۔"

"کوئی اولاد ہے؟"

"ہاں' میرا ایک لڑکا سولہ برس کا ہے۔ وہ لندن میں نانا' نانی کے ساتھ رہتا ہے۔ میں بالکل آزاد ہوں اور عیش کرتا ہوں۔ بھئی جواد پتہ نہیں تم میں کیا بات ہے کہ اس مختصر سی ملاقات میں تم پر بہت بھروسہ کرنے لگا ہوں' ایسا لگتا ہے جیسے میں آج سے نہیں' برسوں سے تمہیں جانتا ہوں دوست! میں تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا یقیناً تم جلد ہی مجھ پر بھروسہ کرنے لگو گے۔"

ان کی باتوں کے دوران نائلہ نے کمرے میں آکر کہا۔ "سر! مسز روزینہ جواد آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔"

"انہیں فوراً بھیج دو۔"

نائلہ چلی گئی۔ چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا۔ وہاں ایک حسین وجمیل دوشیزہ نظر آئی۔ زبیر نے بڑی حیرت سے دیکھا۔ اس نے سوچا تھا کہ بیگم جواد عصری کوئی بھاری بھرکم بے ڈول قسم کی بیگم ہوگی مگر وہاں تو ریشمی لباس کے گل دان میں گلاب کا بدن کھل رہا تھا۔ یقیناً اس نے میک اپ کیا ہوگا لیکن بعض حسین چہرے ایسے ہوتے ہیں جو میک اپ کے ذریعے نمایاں نہیں ہوتے بلکہ ان کے حسن کے باعث میک اپ کی قدر وقیمت بڑھ

جاتی ہے۔ روزی کا حسن بھی ایسا ہی تھا۔

اس نے مسکرا کر ہیلو کہا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے بولی۔ "میں بیگم جواد عصری ہوں۔ آپ یقیناً ملک محمد زبیر ہیں۔"

اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا' زبیر نے فوراً ہی اس کے ہاتھ کو تھام لیا۔ وہ ہاتھ ایسا تھا جسے دیر تک اپنے ہاتھ میں رکھا جاسکتا تھا۔ اندھا دیکھنے کے قابل نہیں تھا لیکن اعتماد بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس نے مصافحے کو مختصر کرتے ہوئے کہا۔ "تشریف رکھیئے۔" روزی نے بڑی معصومیت سے آنچل کو اپنے سر پر یوں رکھا جیسے اسلام و علیکم کہہ کر خبریں سنانے والی ہو۔ پھر وہ اپنے شوہر کو منانے لگی۔

"جواد! تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے جہاں جاتے ہو وہاں میں تمہیں منانے پہنچ جاتی ہوں۔ لوگوں کے سامنے مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ آخر ایسا کب تک ہوتا رہے گا؟"

اس نے اپنے چکنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا سر ہے' میں جب چاہوں منڈوا سکتا ہوں۔ تم اس بات پر جھگڑا کیوں کرتی ہو؟"

روزی نے کہا۔ "مسٹر زبیر! آپ انہیں سمجھائیں اگر یہ سر منڈا کر اپنا حلیہ ایسے بنا کر میرے ساتھ اونچی سوسائٹی میں جائیں گے تو لوگ میرا کس طرح مذاق اڑائیں گے۔"

زبیر نے تائید کی۔ "مسٹر جواد! یہ درست ہے۔ آپ انہیں کیوں پریشان کرتے ہیں؟"

"یہ بھی مجھے پریشان کرتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فلاں وقت' فلاں جگہ نہ جاؤ تو یہ مجھے تنہا چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ یہ اپنی من مانی کرتی ہے' میں اپنی کرتا ہوں۔"

زبیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں تم دونوں کے درمیان منصف کا رول ادا کروں گا۔ آئندہ تم دونوں جھگڑا کرتے رہو گے' میں صلح کراتا رہوں گا۔"

"جی ہاں۔" روزی نے مسکراتے ہوئے زبیر کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کی شخصیت سے متاثر ہو رہی ہو۔ پھر اس نے کہا۔ "اور آپ منصف یہاں نہیں بنیں گے' ہمارے گھر چل کر فیصلہ کریں گے۔"

جواد نے کہا۔ "تم گھر چلو گے تو میرے ساتھ لنچ کرو گے۔"

روزی نے کہا۔ "جب آپ ان کے ساتھ لنچ کریں گے تو میرے ساتھ ڈنر ہوگا۔"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم میاں بیوی نے بیٹھے بیٹھے ہی میرا رات تک کا پروگرام

بنالیا۔ بھئی میری بہت ساری مصروفیات ہیں' بہت سے کام نمٹانے ہیں۔"

"کام تو روز ہی نمٹایا جاتا ہے۔ آج ہماری دوستی کی ابتداء ہے' اس لئے انکار نہ کرو۔ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔"

روزی ان کی باتوں کے دوران بریف کیس کو دیکھ رہی تھی وہ کھلا ہوا تھا۔ ڈائری میز پر زبیر کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور بریف کیس کے لاک نمبر نظر آرہے تھے لیکن اب یہ معلوم کرنا دشوار تھا کہ کن نمبروں کو دبانے کے بعد وہ بریف کیس کھولا گیا تھا اور اب کن نمبروں سے پھر بند کیا جائے گا۔

زبیر نے ان کے ساتھ چلنے کے لئے ڈائری کو بریف کیس میں رکھا۔ پھر اسے بند کرکے اپنی طرف گھمایا۔ اب اس کا رخ کچھ زبیر کی طرف اور کچھ جواد عصری کی طرف تھا۔ روزی حسرت سے اپنے اندھے شوہر کو دیکھنے لگی۔ کاش وہ اندھا نہ ہوتا۔ زبیر کی اس انگلی کو دیکھ سکتا جو مختلف بٹنوں کو دبا کر بریف کیس کو لاک کر رہی تھی۔

اندھا ایسے وقت کام نہیں آتا تھا لیکن یہی کیا کم تھا کہ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے زبیر سے دوستی کرلی تھی۔ اس کا اعتماد حاصل کرلیا تھا۔ اس حد تک کہ وہ ان کے ساتھ گھر جانے کے لئے تیار ہوگیا تھا۔ اس آمادگی میں ایک طرف جواد عصری کی گفتگو اور شخصیت کا اثر تھا تو دوسری طرف روزی کے حُسن نے بھی جادو جگایا ہوگا ورنہ مرد اتنی آسانی سے کہاں پھسلتے ہیں۔

جواد عصری کی کوٹھی میں پہنچ کر زبیر نے کہا۔ "بہت ہی شاندار کوٹھی ہے بھئی جواد! تمہارے موجودہ حلیے کو دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس محل میں تم شاہوں جیسی زندگی گزارتے ہو۔"

روزی نے چہک کر کہا۔ "اگر جواد شاہ ہیں تو آپ شہنشاہ ہیں سنا ہے آپ کی کوٹھی بہت ہی شاندار ہے؟"

"بھئی سانچ کو آنچ کیا ہے' میری کوٹھی میں چل کر دیکھ لو۔ یہ اس سے زیادہ خوبصورت ہے۔"

جواد نے لقمہ دیا۔ "شاید یہ اس لئے خوبصورت ہے کہ یہاں روزی رہتی ہے۔"

زبیر نے قائل ہو کر کہا۔ "سچ ہے گھر کو چاہے بے شمار ہیرے موتیوں سے سجا لو' وہ عورت کے بغیر پھیکا پھیکا سا لگتا ہے۔"

روزی نے خوش ہو کر کہا۔ "آیئے' میں کوٹھی کو اندر سے دکھاؤں۔" جواد نے

صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں اندھا کیا دیکھوں گا اور کیا دکھاؤں گا۔ زبیر تم روزی کے ساتھ جاؤ۔"

زبیر نے سینٹر ٹیبل پر بریف کیس کو رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بریف کیس یہاں رکھا ہوا ہے' میں ابھی آتا ہوں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یعنی اس وقت سے میں تمہارا باڈی گارڈ ہوں۔ تم نہ سہی' تمہارے بریف کیس کی حفاظت کروں گا۔ بے شک جاؤ۔"

زبیر ہنستا ہوا روزی کے ساتھ دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ جواد اپنی اندھیری دنیا میں تنہا بیٹھا رہا۔ وہ اس تاریکی میں تصور کے ذریعے دیکھ سکتا تھا کہ سامنے ایک بڑا سا سینٹر ٹیبل ہے' اس کے درمیان ایک گل دان رکھا ہوا ہے' گل دان میں پھول کھل رہے ہیں۔ آس پاس دو ایش ٹرے رکھے ہوئے ہیں۔ وہ اندھا تھا مگر اپنے گھر کی ترتیب کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ آج اس ترتیب میں یہ اضافہ ہوا تھا کہ سنٹر ٹیبل پر وہ بریف کیس آگیا تھا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اس پر تھی۔

چند لمحوں کے بعد ہی اس کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "کون ہے؟ یہاں کون آیا ہے؟"

دھیمی سی ایک مردانہ سرگوشی سنائی دی۔ "میں خادم ہوں' میرے ساتھ جیدی اور شیدا ہیں۔"

"کیا چاہتے ہو؟"

"ہم زبیر پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ویسے بھی وہ اِدھر واپس آئے گا تو مادام سگنل دیں گی جب تک ہم مختلف نمبروں کو آزما کر اس بریف کیس کو کھولنے کی کوشش کرسکتے ہیں۔"

جواد اٹھ کر کھڑا ہوگیا' پھر چھڑی کے ذریعے ٹٹولتا ہوا بریف کیس تک پہنچ کر اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بولا۔ "نہیں یہ میری حفاظت میں ہے۔"

"مسٹر جواد! کیا آپ ایک اچھا موقع ضائع کرنا چاہتے ہیں؟ مادام کو معلوم ہوگا تو..........."

"میں روزی سے سمجھ لوں گا' تم لوگ جاؤ۔"

وہ خود ہی چھڑی ٹیکتا ہوا جانے پہچانے راستوں کو سمجھتا ہوا اپنے بیڈ روم کی طرف جانے لگا۔ اس کے پیچھے خادم جیدی اور شیدا آرہے تھے اور اسے سمجھا رہے تھے۔ اس

نے اپنی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ کر کہا۔ "ہم میں سے کسی ایک کی بھی غلطی ہماری تمام کوششوں پر پانی پھیر دے گی۔ جاؤ یہاں سے۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں آیا' دروازے کو اندر سے بند کرنے کے بعد تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ کان لگائے سنتا رہا۔ شاید وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کی خواب گاہ کے اندر کوئی موجود ہے یا نہیں؟ جب اسے یقین ہوگیا کہ وہ تنہا ہے تو اس نے آگے بڑھ کر بریف کیس کو کرسی پر رکھ دیا۔ پھر اسی طرح جانے پہچانے راستوں کو سمجھتا ہوا' خواب گاہ کے ایک دوسرے اندرونی دروازے پر پہنچا اور اسے کھول کر دوسری طرف نکل گیا۔

دوسری طرف روزی کوٹھی کے مختلف حصوں میں زبیر کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ وہ کوٹھی کو جگہ جگہ سے دیکھتے ہوئے تعریفیں کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ کوٹھی کا حسن آپ سے ہے' آپ نہ ہوتیں تو بے چارے جواد اندھے ہیں' اتنی اچھی طرح سے سجا بنا کر نہیں رکھ سکتے تھے۔"

وہ اداسی سے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے بولی۔ "میرے پاس سب کچھ ہے' بس ایک شوہر نہیں ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ شوہر تو ہے!"

"نہ ہونے کے برابر۔"

"آپ کی یہ باتیں مجھے ذاتی قسم کے سوالات پر ابھار رہی ہیں اگر آپ برا نہ مانیں تو.........."

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "میرے دل میں غبار بھرا ہوا ہے۔ ایک بوجھ ہے' میں اسے ہلکا کرنا چاہتی ہوں لیکن میرا کوئی رازدار نہیں ہے۔"

"اگر رازداری کا شرف مجھے حاصل ہو تو شاید میں بوجھ ہلکا کر سکوں۔"

وہ اداسی سے مسکرا کر بولی۔ "آپ بہت اچھے ہیں' میں نہیں جانتی کہ آپ میرے کیسے رازدار بن سکتے ہیں' کتنا ساتھ دے سکتے ہیں' لیکن آپ کی باتوں نے مجھے حوصلہ دیا ہے۔"

"آپ آزما کر دیکھیں' مجھے اپنے دل کا حال سنائیں۔"

وہ حالِ دل سنانا چاہتی تھی کہ ایک طرف دیکھ کر چونک گئی' پھر اس نے زبیر کو اشارے سے ادھر دکھایا۔ پردے کے پیچھے کوئی چھپا ہوا تھا۔ نیچے نظری کی گئی تو جوتے نظر آئے۔ وہ جوتے جواد عصری کے تھے۔ وہ چھپا ہوا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

اچانک روزی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "مسٹر زبیر! ابھی ہمارے درمیان جو باتیں ہو چکی ہیں اسے آپ اچھی طرح یاد رکھیں ہم جواد کے سامنے یہی محبت بھری گفتگو کریں گے پھر بڑا مزہ آئے گا۔ وہ جلے گا' کڑھے گا اور میرے لئے تڑپے گا۔"

زبیر نے پہلے تو حیرانی سے اسے دیکھا' روزی نے مسکرا کر ایک آنکھ دبائی تو اس نے بھی مسکرا کر کہا۔ "لیکن تمہیں میرے دوست کو جلا کڑھا کر کیا ملے گا؟"

"میں مرد کی فطرت کو سمجھتی ہوں۔ اگر عورت اس سے دور بھاگے' کسی دوسرے میں دلچسپی لے تو شوہر اپنی بیوی کی طرف اور زیادہ مائل ہوتا ہے' اسے زیادہ سے زیادہ اپنے قریب رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں چاہتی ہوں' میرے جواد کی طرف میری طلب ہو وہ صرف میرے لئے تڑپے اور میں اس کے لئے اہمیت اختیار کرتی جاؤں اور اس کے لئے یہی نفسیاتی طریقۂ علاج ہے۔ آیئے ہم دوسرے کمرے میں چلیں۔"

وہ زبیر سے باتیں کرتے ہوئے اس کمرے سے چلی گئی۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ دونوں جواد کی خواب گاہ میں پہنچے وہ اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ آہٹ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ زبیر نے کہا۔

"بھئی میں تو پریشان ہوگیا تھا۔ سوچا مال بھی غائب ہے' باڈی گارڈ بھی غائب۔ پھر تمہاری وائف نے بتایا کہ تم خواب گاہ میں ہو سکتے ہو' یہاں تمہارے ساتھ میرا بریف کیس بھی نظر آ رہا ہے۔"

جواد نے کہا۔ "اپنا بریف کیس کھول کر دیکھ لو۔ تمام چیزیں موجود ہیں یا نہیں؟"

"یہ میرے مخصوص نمبروں سے کھل سکتا ہے۔ چیزیں اپنی جگہ موجود ہوں گی۔"

"اگر تمہیں اتنا اعتماد ہے کہ تمہارے سوا کوئی اسے کھول نہیں سکتا تو پھر اس کے لئے پریشان کیوں رہتے ہو؟"

"بھئی کوئی کھول نہیں سکتا لیکن اسے چرانے کے بعد توڑ کر میری چیزیں تو نکال سکتا ہے۔"

"تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو بتا دو' آخر اس بریف کیس میں کیا ہے؟"

"چوروں کے لئے کوئی خاص چیز نہیں ہے میرے اہم کاغذات ہیں اور ایک ڈائری ہے جس میں میری ضروری یادداشتیں محفوظ ہیں۔"

روزی نے کہا۔ "پھر تو اسے کوئی نہیں چرائے گا بھلا کسی کو آپ کے ضروری کاغذات سے کیا لینا ہے؟"

جواد نے کہا۔ "میرا سوال اپنی جگہ ہے۔ اگر اس میں صرف ضروری کاغذات ہیں تو تم پریشان کیوں رہتے ہو۔ بھلا کوئی کسی کے کاغذات کیوں چرالے گا؟"

"پریشانی کی دوسری وجہ ہے۔"

یہ کہتے ہوئے زبیر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ روزی نے دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ہمیں وجہ نہیں بتائیں گے؟"

"میں اس اندیشے میں مبتلا رہتا ہوں کہ کچھ لوگ میری تجوری تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

روزی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ جواد بھی کان لگا کر سننے لگا۔ زبیر نے کہا۔ "میری شادی لندن کے ایک جوہری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ وہ بے چاری میرے لئے ایک بیٹے کو پیدا کرنے کے بعد مرگئی۔ آج وہ بیٹا سولہ برس کا ہے۔ لندن میں اپنے نانا' نانی کے پاس ہے۔ میرے سُسر ہیروں اور قیمتی پتھروں کا کاروبار کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں' میں بھی کچھ معلومات رکھتا ہوں۔ دنیا میں موجودہ ریکارڈ کے مطابق سب سے قیمتی ہیرا ۶۹ء۴۴ قیراط کا ہے۔ بیگم جواد! کیا آپ جانتی ہیں کہ اس ہیرے کی قیمت کیا ہے؟ اور وہ اس وقت کس کے پاس ہے؟"

روزی نے بہت دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ "کیا قیمت ہے؟ کس کے پاس ہے؟"

زبیر نے کہا۔ "ریکارڈ کے مطابق ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو مشہور اداکار رچرڈ برٹن نے بارہ لاکھ ڈالر میں اسے الزبتھ ٹیلر کے لئے خریدا تھا۔ ہماری کرنسی کے مطابق اس کی قیمت تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ روپے ہے۔"

روزی نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "میں تو سمجھ رہی تھی شاید وہ آپ کی تجوری میں ہے۔"

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہاں' میں ابھی ۴۴ قیراط کی بات کر رہا تھا میرے پاس جو ہیرا ہے وہ [illegible] قیراط کا ہے اور اس کی قیمت کم سے کم نوے لاکھ روپے ہے۔"

روزی کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی' چند ساعتوں تک یوں لگا جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔ وہ ایک ٹک زبیر کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس ہیرے کو حاصل کرنے کے لئے اس کے قدموں میں ڈھیر ہوجائے گی یا پھر اس کا گلا دبوچ کر وہ ہیرا بریف کیس سے نکال لے گی۔

لیکن وہ بریف کیس میں نہیں تھا اس تجوری میں ہوگا جو زبیر کے ترتیب دیئے ہوئے مخصوص نمبروں سے کھلتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ "اتنا قیمتی ہیرا تمہارے سُسر نے تمہیں کیسے دے دیا۔ کیا بیٹی کے جہیز میں؟"

"جہیز میں تو نہیں دیا البتہ وہ دلہن بن کر آئی تو اس ہیرے کو اپنے ساتھ لائی۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی۔ ماں باپ اسے بہت چاہتے تھے۔ دنیا میں وہی ان کے لئے سب کچھ تھی۔"

"اس کا مطلب کیا ہوا؟ آپ کے سُسر نے وہ ہیرا اپنی بیٹی کو جہیز میں نہیں دیا مگر وہ ساتھ لائی' آخر جہیز میں لانا ہی ہوا؟"

زبیر نے انکار میں سر ہلا کر کہا۔ "اس ہیرے کے سلسلے میں قانونی طور پر تحریری معاہدہ ہوا تھا اور وہ یہ کہ ہیرا ان کی بیٹی کے پاس رہے گا اور میں اس کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کروں گا۔"

جواد عصری نے کہا۔ "معاہدے کی رُو سے تمہاری بیوی کی وفات کے بعد اس ہیرے کو تمہارے سُسر کے پاس ہونا چاہئے۔"

"ہاں' ہونا چاہئے لیکن آگے سنو' میں کیا کہہ رہا ہوں۔ میں نے بتایا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو دنیا کے تمام ہیروں اور قیمتی پتھروں سے زیادہ چاہتے تھے جب ہمارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو میرے ساس اور سُسر کی محبت اپنی بیٹی سے اپنے نواسے کی طرف منتقل ہوئی۔ بیٹی بھی عزیز تھی اور نواسا اس سے زیادہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹی کے مرنے کے بعد ان کا رشتہ مجھ سے ختم نہیں ہوا۔ جب میرا بیٹا چھ برس کا ہوا تو میرے سُسر نے کہا۔ "جانے تم کس دن دوسری شادی کرلو۔ پھر میرے نواسے کے لئے سوتیلی ماں آئے گی' وہ دن آنے سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ میرا نواسہ میرے سائے میں پرورش پائے میرے پاس رہے اور میں اپنی بیٹی کی کمی محسوس نہ کروں۔"

میں نے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کو اپنے پاس رکھوں گا۔ آپ کو وہ ہیرا کتنا عزیز ہے؟ بیٹی کے مرتے ہی آپ نے اس کا مطالبہ شروع کردیا ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "ہیرے پتھر یقیناً بہت قیمتی ہوتے ہیں لیکن انسانی رشتوں سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔ اگر تم میرے نواسے کو مجھے دے دو اور معاہدہ کرلو کہ کبھی مجھ سے واپس نہیں لوگے تو میں وہ ہیرا ہمیشہ کے لئے تمہیں دے دوں گا۔"

میں نے اپنے سُسر کی بات پر غور کیا اور یہی بات سمجھ میں آئی کہ بیٹا آخر اپنا ہے۔

اپنے نانا' نانی کے پاس رہنے کے باوجود اپنے باپ کو نہیں بھولے گا اور میں جب چاہوں گا لندن پہنچ کر اپنے بیٹے سے مل لوں گا اور پھر یہ کہ دوسری تیسری شادیاں کرنے کے بعد ایک چھوڑ دس بیٹے پیدا ہوسکتے تھے لیکن ۴۰ قیراط کا وہ ہیرا دوبارہ پیدا نہیں ہوسکتا تھا اس لئے میں نے ہیرا لے لیا اور بیٹے کو دے دیا۔"

جواد عصری کی بے نور آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں' سفید دیدوں میں سفید پتلیاں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں' شاید وہ اپنی اندھیری دنیا میں رشتوں اور محبتوں کی ذرا سی روشنی تلاش کر رہا تھا۔ شاید اسے نور کی ایک کرن بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ "زبیر! تم نے اچھا نہیں کیا۔"

روزی نے کہا۔ "تم اپنی زبان بند رکھو۔ زبیر صاحب تمہاری طرح احمق نہیں ہیں۔ یہ معاملات کو خوب سمجھتے ہیں' انہوں نے ٹھیک ہی تو کیا ہے۔ بیٹا آخر اپنا ہے' وہ کہاں جاسکتا ہے۔ ہیرا اپنا نہیں تھا' پرایا تھا۔ انہوں نے بڑی ہی معاملہ فہمی سے ہیرے کو اپنا لیا ہے۔"

زبیر نے کہا۔ "تم دونوں پھر لڑنے لگے ہو' کیا میں چلا جاؤں؟"

روزی نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔ "نہیں نہیں' آپ نہیں جاسکتے۔ ابھی تو بات ادھوری رہ گئی ہے' اس ہیرے کے متعلق بتائیں' پھر کیا ہوا؟"

وہ زبیر کے قریب آکر ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ زبیر نے کہا۔ "وہ ہیرا میرے پاس موجود ہے لیکن میں نے اس کے چار حصے کردیئے ہیں۔ دس' دس قیراط کا ایک حصہ ہے۔ میں نے تین حصے بینک کے لاکر میں رکھ دیئے' باقی دس قیراط کا ایک ہیرا میری تجوری میں ہے' میں اسے اکثر دیکھتا ہوں تو مجھے میری بیوی میرے بیٹے کی ماں یاد آجاتی ہے۔ میں سوچتا ہوں' اس نے مجھے بہت سی محبتیں دیں' بیوی کی محبت پھر ایک بیٹے کی محبت اس کے بعد ایک قیمتی ہیرا دیا۔"

"آپ اس ہیرے کو اپنی انگوٹھی میں کیوں نہیں لگوا لیتے' وہ ہمیشہ آپ کی نظروں کے سامنے رہا کرے گا۔"

"پھر وہ دشمنوں کی نظروں میں بھی رہا کرے گا۔ آج کل کیسی کیسی وارداتیں ہورہی ہیں' لوگ راہ چلتے بریف کیس چھین کر لے جاتے ہیں' رقمیں لوٹ لیتے ہیں۔ ڈاکو پھر ڈاکو ہوتے ہیں۔ ہیرے والی انگوٹھی جس انگلی میں ہوگی' وہ انگلی کاٹ کر لے جائیں گے۔"

جواد عصری نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "ہیرے کا مصرف سمجھ میں نہیں

آتا' آخر وہ ایک چمکیلا پتھر ہے کیا وہ اندھیرے میں چمکتا ہے؟ کیا وہ اندھے کو بصارت اور آنکھ والوں کو بصیرت عطا کرسکتا ہے؟"

زبیر نے کہا۔ "دولت مندوں کی دنیا میں ہیرا امارت کی سب سے بڑی شان اور ناقابلِ فراموش پہچان ہے۔ ہم ایک دوسرے سے برتری حاصل کرنے کے لئے سب سے شان دار کوٹھی تعمیر کرتے ہیں' سب سے قیمتی کار خریدتے ہیں' سب سے قیمتی پتھر حاصل کرکے اسے اپنی محبوباؤں یا بیویوں کے حسن کی زینت بناتے ہیں ہم زبان سے دعویٰ تو نہیں کرتے لیکن بڑی خاموشی سے دوسرے دولت مندوں کو چیلنج کرتے ہیں جب بڑے سے بڑا دولت مند ہماری بیوی کے نیکلس میں اس قیمتی ہیرے کو حسرت سے دیکھتا ہے تو ہم احساسِ برتری سے سرشار ہوجاتے ہیں۔"

روزی نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ کی تمام باتیں درست ہیں' لیکن آپ کی بیوی کہاں ہے؟ کون آپ کے اس ہیرے کی نمائش کرتی ہے؟ وہ تو تجوری میں بند ہے۔"

"عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ اگر کسی کے ہاں دولت مندی کی کوئی غیر معمولی خصوصیت ہو تو اس کی خبر تمام سرمایہ داروں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس شہر کے تمام رئیس اعظم میرے ہیرے کے متعلق جانتے ہیں اور ان کا یہ جاننا مجھ میں احساسِ برتری پیدا کرتا ہے۔"

جواد نے کہا۔ "اور وہ ہیرا راتوں کی نیند بھی اڑا دیتا ہے' تمہیں ہر وقت محتاط اور چوکنا رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ تم اندیشوں میں گھرے رہتے ہو۔"

روزی نے اپنے شوہر کو ناگواری سے دیکھا۔ اسے بھلا کیا علم ہوسکتا تھا کہ اس کی بیوی کیسی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ اس نے زبیر کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ نے ہیرے کو چار حصوں میں تقسیم کردیا۔ جو حصہ آپ کی تجوری میں رکھا ہوا ہے اب اس کی قیمت کیا ہوگی؟"

"میں نے ابھی بتایا تھا کہ میرے پاس جو ہیرا ہے اس کی قیمت نوے لاکھ روپے ہے' میرے سُسر نے آج سے چودہ برس پہلے اس کی قیمت کا اندازہ کیا تھا۔ اب تو اس کی قیمت ایک کروڑ سے اوپر ہے یعنی میری تجوری میں بھی جو چوتھائی حصہ رکھا ہوا ہے اس کی قیمت پچیس لاکھ روپے ہے۔"

جواد نے کہا۔ "روزی! تم ہیروں کے متعلق بہت سے سوالات کرچکی ہو' مہمان کے کھانے کا بھی کچھ انتظام کرو۔"

"شاید کھانا تیار ہو چکا ہے' میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ زبیر نے کہا۔ "ظہر کا وقت ہو چکا ہے' میں کھانے سے پہلے نماز پڑھوں گا۔"

روزی نے اسے تعجب سے دیکھا۔ جواد نے پوچھا۔ "تم نماز کیوں پڑھتے ہو؟"

"سکونِ قلب کے لئے' نماز کے بعد خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ مجھے سکون عطا کرے' مجھے اندیشوں سے بچائے رکھے۔"

"اس کا سیدھا راستہ یہی ہے کہ تم اس ہیرے کے چوتھائی حصے کو بھی بنک کے لاکر میں رکھ دو' پھر کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔"

روزی نے جواد کو گھور کر دیکھا مگر جواد کی اندھی آنکھوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے زبیر سے کہا۔ "آپ ڈرائنگ روم میں آیئے' وہاں نماز پڑھ لیجئے' میں میز پر کھانا لگواتی ہوں۔"

زبیر اس کے ساتھ چلا گیا' تھوڑی دیر بعد روزی خواب گاہ میں آئی پھر غصے سے دھیمی سرگوشی میں بولی۔ "جواد! کیا تم میرے لئے اس ہیرے کو حاصل نہیں کرنا چاہتے؟"

"تمہارے لئے تو میں فرہاد بن کر دودھ کی نہر نکال سکتا ہوں' ہیرا کیا چیز ہے۔"

"پھر تم زبیر کو یہ مشورہ کیوں دے رہے تھے کہ وہ ہیرے کے اس چوتھائی حصے کو تجوری سے نکال کر بینک کے لاکر میں رکھ دے؟"

"تم احمق ہو۔ کیا میرے مشورہ دینے سے وہ ایسا کرے گا؟ ہرگز نہیں' جن امیر کبیر لوگوں کے دماغوں میں ہیرے موتی جمع کرنے کا خبط سمایا رہتا ہے وہ اپنی آنکھوں کے سامنے ایک آدھ نمونہ رکھتے ہیں' اسے دیکھ کر سوتے ہیں اور بیدار ہونے کے بعد پھر اسے دیکھتے ہیں تو سکون ملتا ہے۔"

"تم باتیں بنا رہے ہو' ابھی خادم نے کہا ہے کہ وہ مختلف نمبروں کو آزما کر بریف کیس کھولنا چاہتا تھا' تم نے اسے منع کر دیا۔"

"میں اپنی لائن آف ایکشن کو سمجھتا ہوں جب میں نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہاری یہ خواہش پوری کردوں گا تو تمہیں اطمینان رکھنا چاہئے اور اچھے موقعے کا انتظار کرنا چاہئے۔ اس معاملے میں جلدی کرو گی تو کام بگڑ جائے گا۔"

"اگر تم مجھ پر شبہ نہ کرو تو میں زبیر کو پھانس کر اس کی تجوری تک پہنچ سکتی ہوں۔"

"ہرگز نہیں' میں تمہیں بے تکلفی کی حد تک بھی زبیر سے باتیں کرنے کی اجازت

نہیں دوں گا۔"

"تمہیں نظر نہیں آتا ہے تم تنہا کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کچھ مجھے بھی کرنے دو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں' پاک دامن رہوں گی' میں تمہاری امانت ہوں' تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دوں گی۔"

"بے شک میں اندھا ہوں۔ لکھ پڑھ نہیں سکتا جواد کیمیکل انڈسٹریز کا حساب کتاب تمہارے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ تم اس کی آمدنی اور اخراجات کو سمجھتی ہو اور تمہاری توجہ سے ہمیں نقصان نہیں بلکہ ہر سال زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک تمہاری خواہشات اور تمہارے مطالبات پورے کرنے کا تعلق ہے۔ میں اندھا اور تنہا ہو کر بھی تمہارا ہر مطالبہ پورا کرتا ہوں' تمہیں خوش رکھنے کے ہزاروں جتن کرتا ہوں' یہ میری ٹھوس منصوبہ بندی ہے کہ میں نے آنکھیں نہ ہوتے ہوئے بھی نائلہ کی بہن کی وہ تصاویر حاصل کیں جن کے ذریعے اسے بلیک میل کر کے پہلے ہم نے زبیر کے متعلق معلومات حاصل کیں' اس کے ذریعے ہمیں اس ہیرے کا علم ہوا۔ یہ معلوم ہوا کہ وہ تجوری نمبروں کے ذریعے لاک ہوتی ہے اور اس کا بریف کیس بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ساری معلومات میں نے حاصل کی ہیں۔ تم دیکھتی جاؤ' چند ہفتوں میں یا چند مہینوں میں اس تجوری کے نمبر بھی معلوم کر لوں گا۔"

"میں اتنا انتظار نہیں کر سکتی۔"

"عورت میں یہی ایک خرابی ہے' وہ صبر نہیں کرتی اور دوسروں کا کام بگاڑ دیتی ہے اگر انتظار نہیں کر سکتی ہو تو جاؤ جو جی میں آتا ہے کرو۔ میں اس سلسلے میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔"

اس نے پہلے تو گھور کر جواد کو دیکھا پھر اچانک مسکرانے لگی۔ "مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اور تمہاری منصوبہ بندی پر بھروسہ ہے۔ تم نے مجھے آج تک مایوس نہیں کیا ہے' میں صبر و تحمل سے تمہاری کامیابی کا انتظار کروں گی۔"

☆======☆======☆

زبیر تمام دن ان کے ساتھ رہا' اس روز وہ اپنا کاروبار بھول گیا۔ ایک تو جواد عصری بڑی دلچسپ گفتگو کرتا تھا کچھ اپنے اندھے پن سے ہمدردی حاصل کرلیتا تھا۔ کچھ گفتگو سے متاثر کرتا تھا۔ دوسری طرف روزی اپنے حسن کا جادو جگا رہی تھی' زبیر کی یہ کمزوری تھی کہ وہ حسین عورتوں سے جلد ہی متاثر ہوجاتا تھا لیکن اپنی طرف سے پہل نہیں کرتا تھا۔ اس معاملے میں ذرا بزدل تھا۔ اسی لئے آج تک اس نے اپنی سیکرٹری نائلہ سے کبھی کھل کر بات نہیں کی تھی۔

اس کے برعکس روزی کی اداؤں سے اور گفتگو سے اسے حوصلہ مل رہا تھا۔ پہلی ہی ملاقات میں روزی نے اسے اپنا رازدار بنانے کا وعدہ کیا تھا۔ اگر عین وقت پر وہ اندھا پردے کے پیچھے چھپا ہوا نظر نہ آتا تو روزی اپنے دل کی جانے کیا کیا بات کہہ چکی ہوتی' بہرحال اس نے وہ سارا دن وہاں گزارا۔ رات کا کھانا بھی روزی کے ساتھ کھایا لیکن تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ اندھا واقعی شکی تھا۔ اپنی بیوی کو کسی کے پاس تنہا نہیں چھوڑتا تھا اور اس کا شک غلط بھی نہیں تھا۔

زبیر نے سوچا آج نہ سہی کل' کل نہ سہی کسی اور دن تنہائی میں باتیں کرنے کا موقع ملے گا۔ وہ تینوں اپنے اپنے موقعے کی تاک میں تھے۔ روزی کو قیمتی ہیرے کی طلب تھی' زبیر اندھے کی اندھیری دنیا میں اس کی بیوی کو چُرا لینے کے انتظار میں تھا اور جواد عصری اپنی بیوی کو بھکنے بھٹکنے سے باز رکھنے کے لئے اس کا دل جیتنے اور اسے اپنا بنائے رکھنے کے لئے کسی اندھی چال سے اس ہیرے کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے دن زبیر اپنے دفتری کام میں اُلجھا ہوا تھا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی' ریسیور اٹھا کر سنا تو روزی کی رس بھری آواز سنائی دی' وہ خوش ہوگیا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ کیسی ہیں؟"

روزی نے کہا۔ "آپ نہیں' تم۔"

"میں تم کہوں گا تو جواد کیا سوچے گا؟"

"یہی تو مصیبت ہے' کل تم نے دیکھا کہ میں تم سے تنہائی میں باتیں کرنے کے لئے موقع تلاش کر رہی تھی لیکن جواد سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگا رہا۔"

"تم ایسے شکی مرد کے ساتھ کیسے گزارا کرتی ہو؟"

"گزارا نہیں کروں گی' چھوڑ کر جانا چاہوں گی تو دنیا بدنام کردے گی کہ ایک اندھے کو تاریکی میں چھوڑ کر چلی گئی۔"

یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگی۔ زبیر نے پوچھا۔ "کس بات پر ہنس رہی ہو؟"

"اپنی مجبوری پر' اگر چھوڑ کر جاتی ہوں تو بدنام ہوتی ہوں اور چھوڑ کر نہیں جاتی ہوں تب بھی دنیا یہ سمجھتی ہے کہ میں دولت کی لالچی ہوں' اس لئے ایک اندھے سے چپکی ہوئی ہوں حالانکہ میرا دل ہی جانتا ہے' آج میرے پَر ہوں تو میں پرواز کرجاؤں۔"

"مجبوری کیسی؟"

"مجھ سے پہلے جواد کی ایک بیوی تھی۔ میں اس کے متعلق کچھ زیادہ نہیں جانتی لیکن مجھ پر جو گزر رہی ہے اس سے اندازہ کرسکتی ہوں کہ اس بے چاری نے کیسے دکھ اٹھائے ہوں گے' کیسے جواد کے طعنے سنتی رہی ہوگی۔ اُن دنوں جواد اندھا نہیں تھا۔ پھر ان کے درمیان جھگڑے بڑھتے گئے اور طلاق تک نوبت پہنچ گئی۔ جانتے ہو کیوں؟"

"میں سن رہا ہوں' بولو۔"

"جواد کی بیوی نے ایک بیٹے کو جنم دیا تھا اور جواد نے الزام لگایا کہ وہ بیٹا اس کا نہیں ہے' اس کی بیوی نے اس کے اعتماد کو دھوکا دیا ہے' بے چاری طلاق حاصل کرنے کے بعد اپنے بچے کو لے کر جانے کہاں چلی گئی ہے۔"

"جب تمہیں معلوم تھا کہ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے تو پھر اس سے شادی کیوں کی؟"

"اس کی بیوی کو طلاق ہونے کے تقریباً دس برس بعد میں نے شادی کی۔ اس وقت میں پہلی بیوی کے متعلق زیادہ نہیں جانتی تھی' جواد اندھا ہوچکا تھا اور ایک اندھے نے درد بھرے انداز میں اپنی بیوی کے خلاف جو داستان سنائی' میں نے اسے سچ جان لیا۔ مجھے اس سے صرف ہمدردی ہی نہیں محبت بھی ہوگئی' میں نے سوچا تھا ساری زندگی ایک اندھے کی خدمت کرتے ہوئے گزاردوں گی لیکن بیوی بننے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ شخص احساسِ کمتری میں مبتلا ہے' خود کو بدصورت سمجھتا تھا اور سوچتا تھا کہ اس کی بیوی کسی

خوبرو مرد میں دلچسپی لیتی ہے' اب تو وہ بدصورت ہونے کے علاوہ اندھا بھی ہوگیا ہے اور زیادہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہوگیا ہے۔"

زبیر نے کہا۔ "حالانکہ نہیں ہونا چاہئے۔ ایسی کتنی ہی مثالیں ہیں کہ عورتوں نے اپاہج شوہر کے ساتھ زندگی گزار دی لیکن اس کے اعتماد کو کبھی دھوکا نہیں دیا۔"

"میں آج بھی اس کی وفادار رہ سکتی ہوں' بشرطیکہ وہ مجھے گھومنے پھرنے کی آزادی دے لیکن وہ مجھے بڑی پابندیوں میں رکھتا ہے۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟"

"وہ کوٹھی میں ہے اور میں کوٹھی کے سامنے والے بیوٹی پارلر میں ہوں اسے اطمینان ہے کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"ایک اندھا کیسے اطمینان کرلیتا ہے جبکہ وہ شکی ہے؟"

"میں سمجھتی ہوں' اس نے میرے پیچھے کسی کو لگا رکھا ہے۔ میں جہاں بھی جاتی ہوں جس سے بھی ملتی ہوں اس کی اطلاع اسے مل جاتی ہے۔"

"ابھی تم فون پر باتیں کر رہی ہو' یہ اطلاع بھی اسے ملے گی؟"

"نہیں' اس بیوٹی پارلر میں صرف عورتیں آتی ہیں۔ کوئی مرد نہیں آسکتا اور میرا خیال ہے کہ میرے پیچھے جسے لگایا گیا ہے وہ مرد ہے' یہاں آکر دیکھ نہیں سکتا کہ میں کس سے فون پر گفتگو کر رہی ہوں۔"

زبیر نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "چلو' اتنا تو موقع ملا کہ فون پر تفصیلی گفتگو ہوگئی۔ کیا ہم کبھی نہیں مل سکیں گے؟"

"تم کوشش کرو تو ملاقات ہوسکتی ہے۔"

"کوئی تدبیر بتاؤ' میں ضرور اس پر عمل کروں گا۔"

"تم جواد کو زیادہ سے زیادہ اپنے اعتماد میں لو۔ اس سے اتنی گہری دوستی کرو کہ وہ حقیقتاً اندھا ہوکر محاورتاً اندھا اعتماد کرے۔"

"کیا کسی طرح اس شخص کا سراغ لگایا نہیں جاسکتا جو تمہارے خلاف جاسوسی کرتا ہے۔"

"میں نے بہت کوشش کی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ کون ہے۔"

"اس کا پتہ چلے تو ہم اسے بڑی سے بڑی رقم دے کر خرید لیں گے۔"

"اگر تم جواد سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کرو' اسے بالکل اپنے اعتماد میں لے لو تو

وہ شاید باتوں ہی باتوں میں تمہیں اس شخص کے متعلق کچھ بتا دے۔"

"میں ابھی اس سے رابطہ قائم کروں گا۔ اسے اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کروں گا اگر وہ صبح شام میرے ساتھ رہے گا تو یقیناً تم بھی میری نگاہوں کے سامنے رہو گی۔"

وہ چپ رہی' زبیر نے کہا۔ "میں تصور میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میری اس بات پر مسکرا رہی ہو' شرما رہی ہو۔"

دوسری طرف سے ایک گہری سانس لینے کی آواز سنائی دی۔ پھر اس نے کہا۔ "زبیر! بہت عرصے بعد میری زندگی میں جیسے بہار آرہی ہے۔ کوئی میری شرم کو اور میری مسکراہٹ کو بہت دور سے سمجھ رہا ہے۔"

زبیر نے پوچھا۔ "ہماری گفتگو دوسری خواتین سن رہی ہوں گی؟"

"ہرگز نہیں' یہاں ایک کیبن بنا ہوا ہے' کوئی کسی کی گفتگو سن نہیں سکتا۔"

زبیر نے مسکرا کر کہا۔ "بیوٹی پارلر والے خوب سمجھتے ہیں کہ دولت مند خواتین اپنے شوہروں سے چھپ کر کس طرح پرائیویٹ گفتگو کرتی ہیں۔ ایسے موقعے بیوٹی پارلر میں ہی فراہم کئے جاسکتے ہیں رابطہ ختم کرنے سے پہلے بتاؤ یہ موقع پھر کب ملے گا؟"

"آج میں چہرے کی تھریڈنگ کرانے آئی ہوں۔ کل ہمیں ایک پارٹی میں جانا ہے۔ اس کے لئے میں بال سیٹ کرانے آؤں گی' اسی وقت رابطہ قائم کروں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا لیکن وہ تصور میں نظر آتی رہی۔ اس نے بیوی کی موت کے بعد کتنی ہی لڑکیوں اور عورتوں سے دوستی کی تھی' اس میں دو چار سے متاثر بھی ہوا تھا۔ اس میں نائلہ ایسی تھی جس سے دوستی تو نہیں تھی لیکن باس اور سیکرٹری کا رشتہ تھا۔ اس کی سنجیدگی اور شرافت دیکھ کر پیش قدمی کا حوصلہ نہیں ہوتا تھا۔ کئی بار خیال آیا کہ لڑکی اچھی ہے' حسین ہے' تعلیم یافتہ ہے' اپنے معیار سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ شادی کرلینا چاہئے لیکن شادی کے خیال سے ہی اپنا بیٹا یاد آجاتا تھا۔

اس نے بیٹے کے بدلے ہیرا اپنا لیا تھا لیکن کبھی کبھی تنہائی میں رات کی خاموشی میں اسے بیٹے کی ماں نظر آتی تھی وہ روتی تھی اور اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر پوچھتی تھی۔ "کیا میری محبتوں اور وفاؤں کا یہی صلہ ہے۔ میں نے تمہارے بیٹے کو جنم دیا کہ اسے دیکھ کر تمہاری نظروں میں میرا مان اور بڑھ جائے لیکن تم نے اسے اپنی نظروں سے دور کر دیا جیسے وہ کوئی سکہ رائج الوقت تھا جسے دے کر تم نے ہیرا خرید لیا۔ کیا جو ابن الوقت ہوتے ہیں' وہ اپنے بچوں کو سکہ رائج الوقت بنا لیتے ہیں؟"

وہ ندامت سے سر جھکا لیتا تھا۔ اِدھر اُدھر ٹہلنے لگتا تھا' اس بات کو دماغ سے نکالنے کے لئے شراب پینے لگتا تھا۔ سگریٹ پھونکنے لگتا تھا۔ پھر وہ نشے میں دُھت ہو کر سو جاتا تھا۔ کچھ بھی ہو اس نے بیٹے کے ذریعے سودے بازی کی تھی لیکن وہ انسان تھا' کبھی کبھی اس کا ضمیر ملامت کرتا تھا۔ اس نے اپنے لئے یہی سزا تجویز کی تھی کہ اپنے بیٹے کی ماں کی جگہ کسی کو نہیں دے گا' کسی سے شادی نہیں کرے گا۔

بے شک' دیکھا جائے تو یہ ایک سزا تھی کہ وہ بیوی کے بغیر زندگی گزار رہا تھا لیکن مرد کے لئے یہ سزا بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ بیوی نہ سہی' دوست لڑکیاں تو ہوتی ہیں اور اس نے اس سزا کو اپنا کر جیسے اپنے ضمیر کو مطمئن کر دیا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ تھوڑی دیر بعد ریسیور سے جواد عصری کی آواز سنائی دی۔ زبیر نے پوچھا۔ "کیا تم ٹیلی فون کے پاس ہی بیٹھے ہوئے ہو؟"

"ہاں' میری وائف سامنے ہی بیوٹی پارلر میں گئی ہے' میں نے سوچا۔ شاید اس کا فون آجائے اس لئے یہاں بیٹھا ہوں۔ اچھا ہوا کہ تم نے یاد کرلیا۔ میں تم سے رابطہ قائم کرنے کے لئے سوچ ہی رہا تھا۔"

"کوئی خاص بات؟"

"بس یونہی تنہائی میں دل گھبرا رہا تھا۔ ایک بات بتاؤ! میں اندھا ہوں' دیکھ نہیں سکتا پھر میری بیوی بیوٹی پارلر میں جاکر اپنے حسن کو دوبالا کیوں کرتی ہے؟ کس کے لئے کرتی ہے؟ میں نہیں دیکھتا تو کس کو دکھاتی ہے؟"

"جواد! یہ تمہاری زیادتی ہے۔ مرد ہو یا عورت' وہ نہاتا دھوتا ہے' صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہے بلکہ سلیقے کا لباس پہنتا ہے۔ سلیقے سے بال سنوارتا ہے اپنے چہرے کو زیادہ سے زیادہ اجلا رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ مرد اپنی نمائش کر رہا ہے یا عورت کسی کو پھانسنے کے لئے حسین سے حسین تر بن رہی ہے۔"

"یار! تم ایک ہی ملاقات میں میری بیوی کے طرف دار بن گئے ہو۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو' میں تمہارے جیسے دوست کی خاطر روزی جیسی حسیناؤں کو ٹھوکریں مار سکتا ہوں۔"

"اوہ نو' ایسی بات نہ کرو۔ تم میری بیوی کی توہین کر رہے ہو۔ میں یہ برداشت نہیں کرسکتا۔"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "عجیب آدمی ہو' بیوی کی شکایت بھی کرتے ہو' شک بھی

کرتے ہو اور اس کے خلاف سننا بھی پسند نہیں کرتے۔"

"میں شک کرتا ہوں' نفرت تو نہیں کرتا۔ شاید میرے شک و شبہ کی وجہ یہی ہے کہ میں روزی کو بے انتہا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی آئندہ میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کروں گا۔"

"یہ تو بتاؤ تم میرے جیسے دوست کی خاطر کسی حسین عورت کو کیسے چھوڑ سکتے ہو۔ آخر مجھ میں کیا بات ہے؟"

"سب سے بڑی بات تو یہ کہ تم نابینا ہو' دیکھ نہیں سکتے' صرف اعتماد کر سکتے ہو۔ تم نے مجھ پر اعتماد کیا ہے۔ اگر میں تمہارے اعتماد کو دھوکا دوں گا تو مجھے قدرت کی طرف سے سزا ملے گی۔"

ایسا کہتے وقت زبیر اندر سے لرز گیا۔ اس نے پریشان ہو کر سوچا۔ "میں نے ایسی بات کیوں کہہ دی۔" پھر اس نے اپنے آپ کو تسلی دی۔ "کوئی بات نہیں۔ اعتماد حاصل کرنے کے لئے لمبی لمبی باتیں کرنی پڑتی ہیں' بڑی بڑی قسمیں کھانی پڑتی ہیں' روزی کی خاطر ایسا کہہ دیا ہے تو قدرت کون سا انتقام لے لے گی؟"

جواد نے پوچھا۔ "آج شام کا پروگرام کیا ہے؟"

"آج شام کو ایک لاکھ روپے لے کر سیدھا گھر جاؤں گا۔ کل صبح یہ رقم ایک صاحب کو ادا کرنی ہے۔"

"پھر تو باڈی گارڈ کی حیثیت سے میری ضرورت پیش آئے گی۔"

"تم دوست کی حیثیت سے میرے ساتھ چلو گے۔ ویسے میں نے ایک باڈی گارڈ رکھ لیا ہے۔"

"میرا خیال ہے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کار میں جاتے ہو' بریف کیس' کار میں رہے گا۔ باڈی گارڈ بھی موجود رہے گا۔"

"تم اخبار پڑھ نہیں سکتے' دوسروں سے سن سکتے ہو' مگر سنانے والے پورا اخبار پڑھ کر نہیں سنا سکتے۔ آج کل کار والے بھی ڈاکوؤں سے محفوظ نہیں رہے ہیں' راستہ چلتے ان کی گاڑیوں کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں چند موٹر سائیکل والوں نے ایک کار کا راستہ روک کر اس کے مالک کو اغوا کیا تھا۔"

"واردات کرنے والے بار بار ایسی واردات نہیں کرتے۔ وہ بھی قانون سے ڈرتے ہیں بہرحال میں چار بجے سے پہلے تمہارے دفتر پہنچ جاؤں گا اور تمہارے بریف کیس کو

حفاظت سے تمہارے گھر تک پہنچا دوں گا۔"

"کیسے پہنچاؤ گے؟"

"ایک لاکھ روپے جس بریف کیس میں رکھے ہوں گے اسے میں تمہارے دفتر سے لے کر نکلوں گا اور کسی رکشا یا ٹیکسی میں بیٹھ کر تمہارے گھر تک جاؤں گا۔ تم دوسرا بریف کیس لے کر اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ اپنی کار میں سفر کرو گے۔ اگر دشمن تمہارے پیچھے لگے ہوں گے تو وہ تم سے ردی بھرا بریف کیس چھین کر لے جائیں گے۔"

"ایک نابینا چاہے کتنی ہی بڑی رقم لے کر جائے کوئی اس کی طرف توجہ نہیں دیتا لیکن بریف کیس کی طرف کوئی بھی توجہ دے سکتا ہے۔"

"میں تمہارے اس بریف کیس کو ایک میلے سے تھیلے میں رکھ کر لے جاؤں گا۔ کوئی اوپر سے دیکھ کر سمجھ ہی نہیں سکے گا کہ اس میں کیا لے جایا جارہا ہے۔"

"اچھی تدبیر ہے' چار بجے تک آرہے ہو؟"

"ہاں' آرہا ہوں۔"

"کیا اکیلے؟"

"روزی کو ساتھ لاؤں گا تو وہ کباب میں ہڈی بنے گی۔ ایک عورت کی موجودگی میں ہم کھل کر ہر موضوع پر گفتگو نہیں کر سکیں گے۔"

زبیر نے بُرا سا منہ بنایا اگر وہ روزی کو لانے کے لئے کہتا تو اسے شبہ ہونے لگتا۔ اس نے کہا۔ "اچھی بات ہے میں انتظار کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ انٹر کام کے ذریعے نائلہ کو حکم دیا کہ نئے باڈی گارڈ کو بھیج دے' تھوڑی دیر بعد وہ باڈی گارڈ کمرے میں داخل ہوا' زبیر نے کہا۔ "نائلہ سے کہو وہ اسٹور روم سے ایک بریف کیس نکال کر دے' اس بریف کیس میں نوٹوں کے برابر کاغذ کاٹ کر ان کی گڈیاں بنا کر رکھ دی جائیں۔ یہ بریف کیس ہم اپنے ساتھ کار میں لے کر جائیں گے۔ اصل بریف کیس کوئی اور یہاں سے لے جائے گا۔"

وہ حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا۔ زبیر سر جھکا کر سوچتے ہوئے مسکرانے لگا۔ کوئی اتنا احمق نہیں ہوتا کہ ایک لاکھ روپے سے بھرا ہوا بریف کیس ایک اندھے کے حوالے کردے۔ اگرچہ جواد عصری بذاتِ خود دولت مند تھا' ایک لاکھ کے سلسلے میں بے ایمانی نہیں کرسکتا تھا لیکن دولت مند ایسے بھی تو ہوتے ہیں جو پورا نہیں تولتے۔ ملاوٹ کرتے ہیں اور ایک کے چار بناتے ہیں پھر ایک لاکھ روپے کی ہیرا پھیری میں کتنی دیر لگتی ہے'

لہٰذا اس نے طے کرلیا کہ خالی کاغذ کی گڈیوں والا بریف کیس جواد عصری کو دے گا اور اصل بریف کیس اپنے ساتھ کار میں لے جائے گا۔ اس طرح اس کا باڈی گارڈ یہی سمجھے گا کہ کار میں خالی کاغذ والی گڈیاں جارہی ہیں اور اُدھر جواد عصری یہ سمجھے گا کہ وہ خالص ایک لاکھ روپے کے نوٹ لے کر جارہا ہے۔"

جواد عصری چار بجے سے پہلے ہی پہنچ گیا۔ اس نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بریف کیس تیار ہے؟"

زبیر نے اس کی سفید آنکھوں کی طرف دیکھا۔ اس کی پُتلیاں اسی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں' اس کا حلیہ دیکھ کر اس کی طرف دیکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ واقعی کوئی یہ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص ایک بہت بڑی کیمیکل انڈسٹریز کا مالک ہے' اس نے کہا۔

"ہاں تیار ہے۔ ابھی چلنے میں ذرا دیر ہے۔ بائی دی وے۔ تم روزی پر شبہ کرتے ہو پھر اسے چھوڑ کر کیسے آگئے؟"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "میں اسے اپنے ساتھ باندھ کر نہیں رکھتا' کبھی کبھی تنہا چھوڑ دیتا ہوں لیکن مجھے اس کے متعلق رپورٹ ملتی رہتی ہے۔ میں دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی نگرانی نہیں کرسکتا لیکن کسی آنکھ والے کو بھاری معاوضہ دے کر نگرانی تو کرا سکتا ہوں۔"

"کیا تم نے کسی کو اپنی بیوی کے پیچھے لگا رکھا ہے؟"

"میرا ایک بھروسے کا آدمی ہے جو مجھے اس کے متعلق ذرا ذرا سی رپورٹ دیتا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

اندھا مسکرانے لگا پھر اس نے اچانک ہی سوال کیا۔ "زبیر! کیا تم مخصوص نمبروں کی وہ ترتیب بتا سکتے ہو جس سے تمہاری تجوری کھلتی ہے؟"

زبیر نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر پوچھا۔ "کیا تم میری تجوری سے اور اس ہیرے سے دلچسپی رکھتے ہو؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یعنی تجوری کا نمبر وہی معلوم کرے گا جو تمہارے اس ہیرے سے دلچسپی رکھتا ہے۔"

"ظاہر ہے' کسی چیز سے دلچسپی ہوتی ہے جب ہی اس کے متعلق پوچھا جاتا ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا۔ "تم اپنے منہ سے اعتراف کر رہے ہو کہ تمہیں میری بیوی سے دلچسپی ہے اس لئے تم اس آدمی کے متعلق پوچھ رہے ہو جو اس کی نگرانی کرتا ہے۔"

وہ سٹپٹا گیا۔ جلدی سے بولا۔ "تم چاہے جیسی بھی قسم لے لو مجھے تمہاری وائف سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"قسم کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ سیدھی سی بات ہے، میں اندھا ہوں، ہیرے کی چمک نہیں دیکھ سکتا اس لئے مجھے تجوری کا نمبر نہیں پوچھنا چاہئے۔ اسی لئے روزی میری امانت ہے، میرے لئے ہیرے کا ٹکڑا ہے، تم اس ہیرے کے متعلق جستجو نہ کرو۔"

"آئندہ میں روزی کے متعلق کوئی بات نہیں کروں گا۔"

"میں بات کرنے سے منع نہیں کر رہا ہوں، تم اس سے ضرور ملو، باتیں کرو لیکن تم نہیں جانتے کہ میں کن حالات سے گزر رہا ہوں۔ اگر تم میری داستان سن لو تو میرے شکی ہونے پر اعتراض نہ کرو۔"

زبیر نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں سے پانچ بجے نکلیں گے۔ اس وقت چار بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ پانچ بجے تک تم اپنی ہسٹری سنا سکتے ہو۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آخر تم عورت پر بھروسہ کیوں نہیں کرتے۔"

اندھے نے ایک گہری سانس لی۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر چند لمحوں کے لئے خاموش رہا۔ اس کی اوپر کی طرف اٹھی ہوئی پتلیاں یوں لگ رہی تھیں جیسے وہ سوچ میں گم ہو، حالانکہ وہ پتلیاں یونہی اٹھی رہتی تھیں، ان کا تعلق سوچنے سے نہیں تھا۔ اس نے کہا۔ "میں بدصورت ہوں، میرے چہرے میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قابلِ تعریف ہو۔ میں جب آنکھیں رکھتا تھا تب میں نے بارہا آئینے میں اپنی پھیلی ہوئی ناک اور پھیلے ہوئے جبڑوں کو دیکھا ہے۔ میرا چہرہ میلا میلا تھا۔ کوئی لڑکی مجھ سے محبت نہیں کر سکتی کیونکہ محبت پھول سے ہوتی ہے اور میں دیکھنے والی نگاہوں میں کانٹے کی طرح چبھتا ہوں۔"

"جواد! تم احساسِ کمتری میں مبتلا ہو۔"

"دوست! میں ایک زمانے سے اپنی بدصورتی کو آزماتا رہا ہوں، میں نے یہی دیکھا ہے کہ عورتوں نے مجھ سے نہیں میری دولت سے محبت کی ہے۔ میں نے سوچا، دولت کی طلب کسے نہیں ہوتی؟ پھر عورتیں اپنے بہتر مستقبل کے لئے دولت مند کا ہی ہاتھ پکڑ لیتی ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ محض لالچی ہوتی ہیں اگر انہیں زندگی گزارنے کے لئے آرام و آسائش کی زندگی میسر ہو جائے، وہ خوب دولت سے کھیلنے لگیں تو اپنے مرد کی وفادار بن کر رہتی ہیں۔ یہی سوچ کر میں نے اسمأ سے شادی کر لی۔ یہ آج سے تقریباً تیرہ برس پہلے کی بات ہے۔"

وہ ایک ذرا خاموش ہوا۔ پھر گہری سانس لے کر بولا۔ "میں نے اسمأ کو ہر طرح کا عیش و آرام دیا۔ اس کے لئے کسی چیز کی کمی نہیں رکھی۔ اس کے ناز اٹھاتا رہا لیکن میں محسوس کرتا تھا جیسے وہ میرے بلانے سے میرے قریب آتی تھی ورنہ کتراتی تھی۔ میری بدصورتی سے بیزار رہتی تھی مگر بے زاری کو ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔ انسان اپنے عمل اور ردِ عمل سے پہچانا جاتا ہے اور میں اسے رفتہ رفتہ پہچانتا رہا۔"

وہ کرسی پر سیدھا بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ٹٹول کر میز کو تھام لیا۔ اس پر دونوں ہاتھ رکھ کر کہنے لگا۔ "یہ بات میرے دل کو تڑپانے لگی کہ میں اپنی دولت سے کسی کو خرید نہیں سکتا۔ کسی کو اپنے خلوصِ محبت سے نہ اپنا سکتا ہوں اور نہ ہی جان دے کر اسے اپنے لئے دو آنسو بہانے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ آدمی اور چاہتا کیا ہے؟ کسی ایسے چاہنے والے کو چاہتا ہے جو اس کے دکھ میں آنسو بہائے اور سکھ میں اس کے ساتھ قہقہے لگائے، کسی دوسرے کو اس پر اہمیت نہ دے۔ میں شاید بہت زیادہ بول رہا ہوں، قصہ مختصر یہ ہے کہ اس عورت سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش کے دو سال بعد اسمأ کی بے وفائیاں اور چال بازیاں کھل کر سامنے آ گئیں۔ ایک رات میں نے اچانک ہی اسے ایک نوجوان کے ساتھ ایسی حالت میں دیکھ لیا کہ اس کے بعد پھر اسے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اسے طلاق دینا چاہی۔ وہ راضی نہ ہوئی۔ بات عدالت تک پہنچ گئی۔ میں نے اس کی بے حیائی ثابت کر دی۔ طلاق ہو گئی اور وہ اپنے بیٹے کو لے کر چلی گئی۔"

زبیر نے پوچھا۔ "قصور اسمأ کا تھا تم نے بیٹے کو کیوں چھوڑ دیا؟"

وہ بڑے دکھ سے بولا۔ "میں کیسے سمجھ لوں کہ وہ میرا بیٹا تھا۔ ہم اپنی اولاد کے بارے میں اپنی نسل کے بارے میں اپنی عورتوں پر بھروسہ کرتے ہیں اگر عورت ہی دھوکا دے تو سارا اعتماد مٹی میں مل جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اسے اس کی ماں کے ہی حوالے کر دیا۔ زبیر! میں وہ بدنصیب ہوں جو بے انتہا دولت ہونے کے باوجود آج تک کسی کو اپنا نہ بنا سکا۔ روزی مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتی ہے اب تو میں اندھا ہو چکا ہوں، یہ سمجھ نہیں سکتا کہ اس کی محبت میں کتنا کھوٹ ہے اور وہ کتنی کھری ہے۔"

"تم نے آنکھیں رکھتے ہوئے دھوکا کھایا۔ پھر اندھے ہونے کے بعد کس بھروسے پر روزی سے شادی کی، اور اگر کی ہے تو پھر شبہ کیوں کرتے ہو؟"

"میں نے سوچا تھا کہ کبھی شادی نہیں کروں گا۔ میں بھی تمہاری طرح عورتوں کو کھلونا سمجھ کر گزر جاتا تھا۔" پھر کسی دشمن نے میرے سر کے پچھلے حصے میں ایسی چوٹ

پہنچائی کہ میں بینائی سے محروم ہوگیا۔ دوسروں کا محتاج ہوگیا۔ پہلے تو میں بہت پریشان رہا پھر رفتہ رفتہ قدرت کو ماننا پڑا کہ ایک چیز گم ہوجاتی ہے تو دوسری صلاحیتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اندھا ہونے کے بعد میرے حواس تیز ہوگئے۔ میں بڑی توجہ سے سونگھ لیتا ہوں اور کہیں ہلکی سی آہٹ ہو' ہولے سے پتہ بھی کھڑکے تو میرے کان کھڑے ہوجاتے ہیں' لیکن اتنے اعتماد کے باوجود میں سوچتا تھا کہ کوئی مجھے سہارا دینے والی ہستی مل جائے۔ پھر روزی میری زندگی میں آئی' پہلے میں اس کی باتوں سے متاثر ہوا۔ متاثر تو باتوں سے ہی ہونا تھا کیونکہ میں اس کی صورت نہ پہلے دیکھ سکتا تھا نہ اب دیکھ سکتا ہوں۔ وہ میری خدمت کرتی تھی۔ بڑا خیال رکھتی تھی۔ میں نے سوچا' آخر کسی پر تو بھروسہ کرنا ہی ہوگا۔ تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ روزی سے شادی کرلی جائے اور اس کی نگرانی کے لئے کسی بھروسے کے آدمی کو بھاری معاوضہ دے کر ملازم رکھ لیا جائے؟ بس یہی سوچ کر میں نے اسے اپنی بیوی بنالیا۔ میں اسے پاکر بہت خوش ہوں لیکن میرے اندر کی بے چینی نہیں جاتی۔ وہ ذرا بھی مجھ سے دور ہوتی ہے یا میں اس سے دور چلا آتا ہوں تو اُدھر ہی دھیان رہتا ہے۔ لگتا ہے وہ بھی شاید اسماء کی طرح میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہی ہے۔"

"جب تم نے کسی کو نگرانی کے لئے مقرر کر ہی دیا ہے تو پھر سوچنا کیسا' اس پر بھروسہ کرو۔"

"بھروسہ کرتا ہوں جب ہی تو اسے چھوڑ کر تمہارے پاس بھی آگیا ہوں۔"

"میں نے دو بریف کیس رکھے ہیں' ایک میرا اپنا ہے جس میں ایک لاکھ روپے ہیں' اسے تم لے جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک بریف کیس جواد کے سامنے میز پر رکھ دیا' پھر دوسرے بریف کیس کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "یہ دوسرا ہے۔ اس میں' میں نے اپنا ذاتی سامان رکھا ہے۔"

جواد کے پاس ایک بڑا سا میلا سا تھیلا تھا۔ اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے تھیلے کو کھولا۔ پھر ٹٹولتے ہوئے اس بریف کیس کو چھولیا جو اس کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس نے اس کے ہینڈل کو پکڑ کر اٹھایا لیکن تھیلے میں ڈالنے سے پہلے رک گیا۔ سوچنے لگا۔

زبیر نے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

اس نے پوچھا۔ "کیا ایک لاکھ روپے تم نے اپنے ذاتی بریف کیس میں رکھے ہیں؟"

"ہاں' اور وہ ذاتی بریف کیس تمہیں دے رہا ہوں۔ یہ جو تمہارے پاس ہے' تم نے اسے تھام رکھا ہے۔"

جواد نے اس تھیلے کو ایک طرف پھینک دیا پھر بریف کیس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اب تھیلے کی ضرورت نہیں ہے' میں اسے سرعام لے کر گزروں گا۔ کوئی اسے نہیں چرائے گا اور چرائے گا بھی تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

زبیر نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"درست کہہ رہا ہوں۔ اس وقت جو بریف کیس میرے ہاتھ میں ہے اس میں ایک لاکھ روپے نہیں ہیں۔"

زبیر نے حیرانی سے پوچھا۔ "یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ تم تو نابینا ہو۔"

"پانچ حواس میں سے صرف میری آنکھیں نہیں ہیں ورنہ سونگھنے' سننے' چھونے اور چکھنے کی حس بہت تیز ہے۔ یاد ہے کل تم میری کوٹھی میں آئے تھے تو میں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا تھا۔ تم نے میرے سامنے سنٹر ٹیبل پر اپنا بریف کیس رکھ دیا تھا اور روزی کے ساتھ کوٹھی کا اندرونی حصہ دیکھنے چلے گئے تھے۔ میں نے وہاں سے بریف کیس کو اٹھایا تھا اور اسے اپنی خواب گاہ میں لے گیا تھا۔ جتنی دیر تک میں نے اسے تھامے رکھا' اتنی دیر میں' میں نے اس بریف کیس کی ساخت کو سمجھ لیا۔ اس کے ہینڈل کو پکڑ کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ بریف کیس تمہارے پاس ہے اور یہ جو میرے پاس ہے یہ کوئی اور ہے۔"

وہ اس کی باتیں سن رہا تھا اور اسے تعریفی نظروں سے دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔

"تم آنکھوں والوں سے بھی زیادہ خطرناک ہو' تم سے کوئی بات چھپائی نہیں جاسکتی۔"

"میرے دوست! تم مجھ سے کیا چھپانا چاہتے ہو؟"

"ویسے تو کوئی خاص بات نہیں ہے میں نے سوچا۔ ہماری دوستی کل کی ہے اور ایک لاکھ روپے کے سلسلے میں اچھی طرح آزمائے بغیر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔"

"میں اس بات کا برا نہیں مانوں گا۔ تمہاری جگہ میں ہوتا تو یہی کرتا۔ کسی بھی معاملے میں آزمائش شرط ہے۔"

وہ بریف کیس اٹھا کر جانے لگا' زبیر نے کہا۔ "ٹھہر جاؤ' تم سچ مچ کے باڈی گارڈ نہیں ہو۔ میرے برابر کی حیثیت کے مالک ہو۔ یہ اچھا نہیں لگتا کہ تمہیں تنہا ایسے جانے دوں۔ خواہ اس میں ردی کاغذ ہی کیوں نہ ہوں۔"

"میں شغل کے طور پر ایسا کر رہا ہوں۔ میری کوئی مصروفیت نہیں ہے' میری دنیا

تاریک ہے' میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اپنی صلاحیتوں کو آزما سکتا ہوں اور چاق و چوبند اور حاضر دماغ رہنے کی پریکٹس جاری رکھ سکتا ہوں۔"

"تم میرے ساتھ کار میں چلو گے اگر کوئی واردات ہوگی تو یہ ہمارا مقدر ہوگا۔ پھر یہ کہ تمہارے جیسا حاضر دماغ' ذہین ساتھی ہو تو مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔"

جواد اس کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر اس کی کوٹھی تک گیا۔ نیا باڈی گارڈ پچھلی سیٹ پر بیٹھا رہا۔ کوٹھی میں پہنچنے کے بعد زبیر نے اپنے باڈی گارڈ کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر نوٹوں سے بھرا ہوا بریف کیس لے کر جواد کے ساتھ اپنے بیڈ روم میں آیا۔ جواد صرف اپنی چھڑی کے سہارے اس کے پیچھے چلتا رہا۔ وہ اندھا اپنے آگے کا راستہ نہیں جانتا تھا' یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کہاں سے گزر رہا ہے اور اسے کہاں جانا ہے۔ زبیر اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ صرف قدموں کی آہٹ پر آگے بڑھتا تھا۔ زبیر رکتا تھا تو وہ بھی رک جاتا تھا۔ زبیر آگے بڑھتا تھا تو وہ بھی اس کے قدموں کی آواز کے ساتھ آگے بڑھتا تھا۔ اگر وہ کہیں مڑتا تھا تب جواد کو بتاتا تھا کہ دائیں طرف یا بائیں مڑنا ہے یا آگے زینہ ہے اور زینے کے دو پائیدان چڑھنے کے بعد پھر ہموار فرش ہے' یہ حیرت انگیز صلاحیت تھی کہ وہ اندھا انجانی راہوں پر بغیر کسی کی رہنمائی کے صرف آہٹ سن کر آگے بڑھتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کہیں مڑنے' چڑھنے یا اترنے کے وقت اسے رہنمائی کی ضرورت پیش آتی تھی۔

جواد نے اس کے بیڈ روم میں پہنچ کر کہا۔ "میرے پاؤں تلے جو قالین ہے اس کی ملائمت سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بہت ہی قیمتی ہے۔"

"میں نے اپنے بیڈ روم کو بہت ہی قیمتی سامان سے آراستہ کیا ہے۔ یہ کمرہ دیکھنے کے قابل ہے' بہت خوبصورت ہے۔"

"بیڈ روم خواہ کتنا ہی خوبصورت ہو' وہ بیوی کے بغیر نامکمل ہوتا ہے۔"

"بیوی نہ سہی' دوست لڑکیاں تو مکمل کرتی ہیں۔"

"ایسے بیڈ روم کو بد روم کہنا چاہئے۔"

زبیر ہنستا ہوا اپنی آہنی تجوری کے پاس گیا' وہاں اس نے بریف کیس کو فرش پر رکھا۔ جواد عصری اب تک اس کے قدموں کی آہٹ پر چلتا ہوا وہاں تک پہنچا تھا۔ جب وہ تجوری کے پاس رک گیا تو اس نے پوچھا۔ "یہاں کیوں رک گئے؟ یہاں کیا ہے؟"

"میں تجوری کھولنے جا رہا ہوں۔"

"اوہ۔ مجھے یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تمہارے یہاں رہنے یا نہیں رہنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ جن مخصوص نمبروں کی ترتیب سے یہ تجوری کھلے گی' وہ نمبر میں نے تمہیں نہیں بتائے ہیں اور اسے کھولنے کے دوران تم دیکھ نہیں سکو گے۔ لہٰذا یہیں کھڑے رہو۔"

وہ دوسری طرف گھوم گیا۔ پھر اس تجوری سے دور جاتے ہوئے بولا۔ "بے شک میں اندھا ہوں۔ پھر بھی مجھے تجوری کھولنے کے دوران یہاں نہیں رہنا چاہئے' جب میں ٹیلی فون ڈائلنگ کے نمبروں کو آواز سن کر سمجھ سکتا ہوں تو ہو سکتا ہے کسی طرح تمہاری تجوری کے نمبروں کی ترتیب کو بھی سمجھ لوں۔"

"کیسے سمجھ سکو گے؟"

"میں نے یونہی ایک بات کہہ دی ہے' تجوری نہ تو ڈائلنگ سے کھلتی ہے نہ ہی آواز کے ذریعے نمبروں تک پہنچ سکتا ہوں۔ احتیاطاً مجھے یہاں نہیں رہنا چاہئے۔ خدانخواستہ تمہاری تجوری سے کوئی بھی چیز غائب ہوگی تو تفتیش کے دوران یہ بات آئے گی کہ اسے کھولنے کے وقت میں یہاں موجود تھا۔"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تفتیش کرنے والے نادان نہیں ہوتے' وہ نابینا کو سمجھتے ہیں۔"

وہ چھڑی ٹیکتا ہوا راستہ تلاش کرتا ہوا بیڈ روم کے دروازے تک پہنچ گیا۔ زبیر نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ اتنی دور سے کوئی آنکھ والا بھی تجوری کے نمبر نہیں دیکھ سکتا تھا وہ مخصوص نمبروں کی ترتیب سے تجوری کھولنے لگا۔ ذرا سی دیر میں وہ کھل گئی۔ اس کے اندر کئی خانے تھے۔ درمیانی خانے میں مخمل بچھا ہوا تھا۔ اس مخمل پر شیشے کا ایک نہایت نازک سا' خوبصورت سا جام رکھا ہوا تھا۔ اس بلورین جام میں ننھا سا ہیرا جگمگا رہا تھا۔

اس نے جگمگاتے ہوئے ہیرے کو بڑے پیار سے دیکھا۔ اس کے ساتھ والے خانے میں ایک ریوالور رکھا ہوا تھا اس نے ریوالور کو ایک ہاتھ میں لیا' احتیاطاً دروازے کی طرف دیکھا' پھر بریف کیس کو کھول کر نوٹوں کی گڈیاں نکال کر تجوری کے ایک خانے میں رکھنے لگا۔ بریف کیس کو خالی کرنے کے بعد اس نے شیشے کے نازک سے جام کو ایک ہاتھ میں اٹھا لیا۔

اب اس کے بائیں ہاتھ میں ریوالور تھا اور دائیں ہاتھ میں شیشے کا جام جس میں وہ ننھا سا ہیرا مسکرا رہا تھا۔ وہ تجوری کے پاس سے چلتا ہوا بستر کے سرہانے والی میز کے پاس

آیا۔ وہاں شراب کی بوتل رکھی ہوئی تھی' اسے کھول کر اس نے جام میں ایک پیگ کے برابر شراب انڈیلی۔ اب وہ ننھا سا شراب میں ڈوبا ہوا ہیرا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "جواد! وہسکی پیو گے؟"

جواد نے پلٹ کر بیڈ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "میں پی کر بہکنے لگا تو کون سنبھالے گا۔ جب سے آنکھیں گئی ہیں' میں صرف اپنے بیڈ روم میں پیتا ہوں۔"

زبیر نے جام کو ذرا بلند کرتے ہوئے کہا۔ "میں جب بھی پیتا ہوں' دنیا کی سب سے مہنگی شراب پیتا ہوں۔ اس وقت میرے جام میں پچیس لاکھ روپے کی دو گھونٹ شراب ہے۔"

اس نے جام کو ہونٹوں سے لگایا پھر دو گھونٹ میں اسے خالی کر دیا۔ نہیں' خالی نہیں کیا۔ شراب حلق میں چلی گئی اور وہ ننھا سا ہیرا اسی جام میں رہ گیا۔

جواد نے حیرانی سے پوچھا۔ "میں تمہاری باتوں کا مطلب نہیں سمجھا' بھلا پچیس لاکھ روپے کی دو گھونٹ شراب کیا ہو سکتی ہے۔ اتنی مہنگی شراب دنیا میں کہیں نہیں ہے۔"

"تم اپنی عقل سے سوچو' میں کیا کہہ رہا ہوں۔ سمجھ میں نہ آئے تو یہ لو' اس جام کو تھام لو۔" اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ "ہاتھ بڑھاؤ۔" جواد نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ اس نے شیشے کے جام کو اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ پھر کہا۔ "اسے ہولے ہولے ٹھہر ٹھہر کر ہلاؤ۔"

جواد نے اسے ذرا سا ہلانا شروع کیا تو ہلکی سی جلترنگ سنائی دی جیسے شیشے کے اندر کوئی چیز ہولے سے گھوم کر راگنی سنا کر رہ گئی ہو۔ جواد نے پھر اسی طرح ہلایا پھر اسی طرح جلترنگ سنائی دی' اس نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے جام کے اندر کوئی چیز ہے' کیا میں اسے چھو کر دیکھ سکتا ہوں؟"

"اسے ہاتھ نہ لگانا۔ میں بھی اسے دور سے دیکھتا ہوں۔ ہر شام اسے شراب سے غسل کراتا ہوں۔"

"بھئی' کچھ معلوم تو ہو۔ آخر یہ کیا چیز ہے؟"

"شیشے کے نازک سے جام میں دنیا کی سخت ترین چیز ہے۔"

تب جواد نے سر ہلا کر کہا۔ "سمجھ گیا۔ وہ ننھا سا ہیرا رکھا ہوا ہے۔"

زبیر نے بوتل کھولی' پھر اس میں ایک پیگ کے برابر وہسکی انڈیلی۔ بوتل کو اس جگہ رکھا۔ پھر اس کے ہاتھ سے جام لے کر کہا۔ "اس وقت میرے ایک ہاتھ میں یہ جام ہے' شراب ہے اور ہیرے کی کنی ہے۔ دوسرے ہاتھ میں ریوالور ہے۔"

جواد نے کہا۔ "جہاں دولت ہوتی ہے وہاں ہتھیار بھی ہوتے ہیں اور جہاں ہتھیار ہوتے ہیں' وہاں کوئی لٹیرا نہیں آتا لیکن چوری کرنے والے آنکھوں سے سرمہ چرا کر لے جاتے ہیں۔ زیادہ خوش فہمی اچھی نہیں ہوتی۔ تم نے کسی کو نیا باڈی گارڈ بنا رکھا ہے۔ وہ ڈرائنگ روم میں موجود ہے یا نہیں' ہمیں اس کی طرف سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے۔ تم اتنی بے پروائی سے اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھلا چھوڑ کر شیشے کے جام میں ہیرے کی کنی رکھ کر شراب پی رہے ہو' کیا تمہیں اس حال میں کوئی دیکھ نہیں سکتا؟ اس ہیرے کو دیکھ کر للچا نہیں سکتا؟"

زبیر نے جام کو اپنے ہونٹوں سے لگایا' شراب حلق سے اتاری پھر اس ہیرے کی کنی کے ساتھ جام کو لے جا کر تجوری میں رکھ دیا۔ اسے بند کر دیا پھر جواد کے قریب آکر سرگوشی میں بولا۔ "تم یہیں رہو' میں اسے ڈرائنگ روم میں دیکھ کر آتا ہوں۔"

وہ اپنے بیڈ روم سے باہر آیا' کوٹھی کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا ڈرائنگ روم میں پہنچا' باڈی گارڈ وہاں نہیں تھا۔ وہ ڈرائنگ روم سے باہر آیا' باہر پورچ میں وہ باڈی گارڈ کھڑا ہوا ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا۔ زبیر نے ذرا سخت لہجے میں پوچھا۔ "میں نے تمہیں ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کے لئے کہا تھا۔ یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس نے ادب سے کہا۔ "جناب! میں آپ کے ملازموں سے معلومات حاصل کر رہا ہوں کہ اس کوٹھی میں کتنے ملازم ہیں اور کس کی ڈیوٹی کس وقت ہوا کرتی ہے۔"

"یہ معلومات کیوں حاصل کر رہے ہو؟"

"یہ میرا فرض ہے' میں آپ کا باڈی گارڈ ہوں۔ آپ کے آس پاس رہنے والے رشتے داروں یا ملازموں سے متعلق معلومات حاصل کرنا میرا فرض ہے۔"

"کوٹھی میں میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے اور جو ملازم ہیں' وہ قابل اعتماد ہیں۔ آئندہ میں تمہیں جہاں بیٹھنے کے لئے کہوں وہیں بیٹھے رہو۔ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تمہیں تلاش کرنے کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا پڑے۔"

"سوری' آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

وہ سر جھکا کر چلتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ پھر اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھنے کے لئے کہا گیا تھا۔ زبیر وہاں سے اپنے بیڈ روم کی طرف آیا' دور ہی سے اس نے دیکھا' جواد بیچ دروازے پر دونوں ٹانگیں اور دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ اس نے مسکرا کر پوچھا۔ "اس طرح کیوں کھڑے ہوئے ہو؟"

"تم اچانک ہی مجھے بیڈ روم میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے' مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ میں پریشان ہو کر سوچنے لگا' کوئی دبے قدموں بیڈ روم میں آئے گا تو مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ اس لئے دروازے پر اس طرح کھڑا ہوا ہوں' یہاں سے کوئی گزر نہیں سکے گا۔"

زبیر نے قریب آکر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا' پھر کہا۔ "تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تجوری کو کھلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ میں نادان نہیں ہوں' تمہیں بتانا بھول گیا۔ تجوری میں نے بند کر دی ہے' کوئی اسے کھول نہیں سکے گا ویسے تم اپنا فرض ادا کرنا اور دوستی نبھانا خوب جانتے ہو۔"

زبیر اگرچہ اس اندھے کی وجہ سے کڑھ رہا تھا۔ اس کی موجودگی میں روزی تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تاہم اس سے متاثر بھی تھا۔ رات کے آٹھ بجے اس نے جواد کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد اپنے ڈرائیور کو حکم دیا کہ جواد عصری کو اس کی کوٹھی تک پہنچا دے۔

جواد تقریباً پونے دس بجے اپنی کوٹھی میں پہنچا۔ روزی نے پوچھا۔ "اتنی دیر تک کہاں رہے' میں کب سے انتظار کر رہی ہوں۔"

اس نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا انتظار جلد ہی ختم ہونے والا ہے' میں کل صبح تک تمہیں ایک خوشخبری سناؤں گا۔"

"کیسی خوشخبری؟"

"ذرا ٹھہرو' میں ابھی بتاتا ہوں۔"

وہ اندازے سے چلتا ہوا سینٹر ٹیبل کے پاس آیا پھر صوفے پر بیٹھ کر اس نے ٹیلیفون کا ریسیور اٹھایا۔

روزی نے پوچھا۔ "کس سے بات کرنے جا رہے ہو؟"

اس نے پوچھا۔ "ہمارے آس پاس کوئی موجود تو نہیں ہے؟"

"نہیں کمرے میں کوئی نہیں ہے۔"

اس نے نمبر ڈائل کیا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر سننے لگا۔ روزی ایک صوفے پر بیٹھی اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا۔ "ہیلو' میں جواد عصری بول رہا ہوں' نمبر نوٹ کرو۔ بائیس' پھر بائیس اور پھر بائیس۔ ان نمبروں سے تجوری کھل جائے گی۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے ہیرا چاہئے۔ شام کو اس تجوری میں ایک لاکھ روپے رکھے گئے ہیں شاید اس سے زیادہ رقم ہو لیکن تم کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔"

اس نے خاموش ہو کر دوسری طرف کی کوئی بات سنی۔ پھر جواباً کہا۔ "نہیں' کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگاؤ گے۔ صرف وہ ہیرا میرے پاس پہنچاؤ گے اگر چوری کی رپورٹ میں یہ معلوم ہوا کہ ہیرے کے علاوہ اس میں سے رقم بھی چرائی گئی تھی تو آئندہ میں تم سے کوئی کام نہیں لوں گا' تمہارے جیسے کرائے کے چور مجھے بہت مل جائیں گے لیکن تمہیں ایسا اندھا نہیں ملے گا جو مشکل سے مشکل تجوری کھولنے کا طریقہ بتا دیتا ہے' دیٹس آل' میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ روزی خوشی سے اچھل کر کھڑی ہو گئی تھی' پھر اس کے پاس آکر فرش پر بیٹھ گئی' اس کے قدموں سے لپٹ کر بولی۔ "کیا صبح تک وہ ہیرا مل جائے گا' یہ کون ہے جس سے تم نے باتیں کی ہیں؟"

"تم آم کھاؤ' پیڑ نہ گنو۔"

"میں تمہاری بیوی ہوں' مجھے کچھ تو بتاؤ' کیا تم مجھے اپنا رازدار نہیں سمجھتے؟"

"میں تمہیں دیوانے کی طرح چاہتا ہوں' تمہارے لئے جان بھی دے سکتا ہوں لیکن کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو عورت کو نہ بتائی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"کیوں فرق نہیں پڑتا' میں اچھی طرح جانتی ہوں' تم نے میرے پیچھے جاسوس لگا رکھا ہے۔ وہی شخص میری نگرانی بھی کرتا ہے اور وہی تمہارے لئے چوری بھی کرے گا۔"

"تم جو بھی سمجھ لو' دانا مرد وہی ہے جو اپنی عورت سے آخری سانس تک پیار کرے مگر اس پر اعتبار نہ کرے۔"

وہ وہاں سے اٹھ کر چھڑی ٹیکتا ہوا اپنی خواب گاہ میں آیا۔ وہ اپنے پیچھے روزی کے آنے کی آہٹیں سن رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر کہا۔ "تم کیوں آئی ہو۔"

"تمہاری خواب گاہ میری خواب گاہ ہے۔"

"مجھے ایک ضروری فون کا انتظار ہے' تم ٹیلی فون اس کمرے میں پہنچا دو اور چلی جاؤ۔"

"تم اتنی بے رُخی سے کیوں پیش آ رہے ہو!"

"تمہاری بھلائی کے لئے' اگر تم چاہتی ہو کہ کل تک وہ ہیرا تمہاری ہتھیلی پر ہو تو جو کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

وہ چلی گئی پھر اس نے ٹیلی فون لا کر اس کی خواب گاہ میں رکھ دیا' اس کے بعد کہا۔

"میں جارہی ہوں' دروازہ بند کرلو۔"

اس نے دروازے کو بند کردیا۔ روزی چپ چاپ وہاں کھڑی بند دروازے کو دیکھتی رہی' اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دے گی' جواد ریسیور اٹھائے گا تو اسے کوئی خوشخبری سنائے گا۔ وہ سوچتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئی' صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر اٹھ کر ٹہلنے لگی۔ اسے کسی طرح قرار نہیں آرہا تھا۔ کئی بار اس نے دل کو تسلیاں دیں' ایسی بھی جلدی کیا ہے جو شخص چوری کرنے جائے گا وہ آدھی رات کے بعد جائے گا اور میں ابھی سے بے چین ہو رہی ہوں۔"

وہ اپنی خواب گاہ میں آگئی' بستر پر لیٹ گئی۔ کروٹیں بدلنے لگی' بہت دیر بعد پتہ نہیں کیسے کروٹیں بدلتے بدلتے اسے نیند آگئی۔

اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے دیکھا دن کی روشنی پھیل چکی تھی۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی' پھر تیزی سے چلتی ہوئی خواب گاہ سے باہر آئی۔ اسے فون کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ یقیناً کوئی خوشخبری ملنے والی تھی۔ وہ ڈرائنگ روم میں پہنچی۔ ٹیلیفون وہاں رکھا ہوا تھا اور گھنٹی بج رہی تھی۔ اسے حیرانی ہوئی کیونکہ ٹیلی فون تو جواد عصری کی خواب گاہ میں تھا۔ پھر وہاں کیسے آگیا تھا؟ کیا رات کے کسی حصے میں جواد نے ٹیلی فون کو ڈرائنگ روم میں لاکر رکھ دیا تھا؟

وہ تیزی سے ٹیلی فون کے قریب آئی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔ "ہیلو۔" دوسری طرف سے زبیر کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو' روزی! جواد کہاں ہے؟"

روزی نے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا میری آواز پسند نہیں ہے؟"

"تم سے ہی باتیں کرنے کے لئے' تمہاری آواز پسند کرنے کے لئے احتیاطاً جواد کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

"وہ شاید اپنی خواب گاہ میں سو رہا ہے۔"

"اگر اسے پتہ چل گیا کہ تم فون پر باتیں کر رہی تھیں تو؟"

"تو دیکھا جائے گا۔ میں کوئی بہانہ کر دوں گی۔ معلوم ہوتا ہے رات بھر میری یاد ستاتی رہی۔ اس لئے صبح سویرے فون کرنے بیٹھ گئے۔"

"یہ صبح کہاں ہے؟ نو بج چکے ہیں۔ بادل چھائے ہوئے ہیں۔ اس لئے وقت کا صحیح اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔"

روزی نے پریشان ہو کر کہا۔ "اوہ! پھر تو جواد جاگ رہے ہوں گے۔ ہمیں فوراً ہی یہ طے کرلینا چاہئے کہ آئندہ ملاقات کہاں ہوگی۔"

"میرے نصیب میں تمہاری ملاقات کہاں۔ تم ایک انمول خزانہ ہو اور جواد تم پر سانپ کی طرح بیٹھا ہوا ہے۔"

"یہ وقت مناسب ہے۔ میں روزانہ صبح پانچ' چھ بجے فون کیا کروں گی۔"

"کیا دور ہی سے گفتگو ہوگی؟"

"پہلے فاصلے ہوتے ہیں۔ پھر گفتگو کے بہانے وہ فاصلے سمٹنے لگتے ہیں۔ شاید کوئی ملاقات کی صورت نکل آئے۔"

اسی وقت گھنٹی کی آواز سنائی دی۔ روزی نے کہا۔ "جواد کے کمرے سے کال بیل کی آواز آرہی ہے۔ وہ کسی ملازم کو بلا رہے ہیں۔ مجھے وہاں جانا چاہئے۔"

"افسوس۔ تم اس ملاقات کو مختصر کر رہی ہو۔"

"مجبوری ہے۔ میں نہیں جاؤں گی تو ملازم ضرور وہاں جاکر کہے گا کہ میں فون پر کسی سے باتیں کر رہی ہوں۔ ویسے میں کہہ دوں گی۔ رانگ نمبر تھا۔ اچھا' میں جارہی ہوں۔ کل صبح پانچ یا چھ بجے فون پر باتیں ہوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ زبیر سے رومان کا مقصد صرف ہیرے تک پہنچنا تھا اور اس کا دل کہہ رہا تھا کہ پچھلی رات جواد کا کوئی آدمی اس ہیرے تک پہنچ چکا ہوگا۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اس کے بیڈ روم میں آئی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ خلافِ توقع اس کے ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل اور دوسرے ہاتھ میں شیشے کا نازک سامان تھا۔ وہ اس میں شراب انڈیل رہا تھا چونکہ دیکھ نہیں سکتا تھا' اس لئے اس نے کچھ زیادہ انڈیل دی۔ جب جام چھلکنے لگا۔ تب احساس ہوا۔ اس نے بوتل کو میز پر رکھا۔ پھر جام کو ہاتھ میں بلند کرتے ہوئے پوچھا۔ "دروازے پر کون ہے؟"

"میں ہوں۔" روزی یہ کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس کی نظریں اس شیشے کے نازک سے جام کو دیکھ رہی تھیں۔ جام میں شراب کا رنگ سنہرا تھا اور اس سنہرے رنگ کی تہہ میں ایک ننھا سا سورج جگمگا رہا تھا۔ روزی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ وہ ایک ایک قدم ٹھہر ٹھہر کر اس جام پر نظریں جمائے ہوئے اس ننھے سے جگمگاتے ہوئے سورج کو دیکھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گئی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اس جام میں کیا ہے؟"

اس نے اسے ہونٹوں سے لگایا۔ شراب کو گھونٹ گھونٹ حلق سے اُتارنے لگا۔ مختصر سے دو چار گھونٹ پی کر وہ ٹھہر گیا۔ پھر اس نے جام کو اپنی نگاہوں کے سامنے بلند کر کے دیکھا۔ دیدے سفید تھے۔ سفید پتلیاں اوپر کی طرف چڑھی ہوئی تھیں۔ وہ دیکھ نہیں سکتا تھا مگر ایسا لگ رہا تھا جیسے جام کی تہہ میں وہ ننھا سا سورج اس کی آنکھوں میں چمک پیدا کر رہا تھا۔ روزی نے اس کے ایک بازو کو تھام کر بے قراری سے پوچھا۔ ”یہ ہیرا ہے؟ یہ وہی ہیرا ہے نا؟ بولو‘ پلیز!“

اس نے جواب نہیں دیا‘ دوبارہ جام کو ہونٹوں سے لگایا پھر اس کی باقی ماندہ شراب کو حلق سے اتار دیا۔ ایک گہری سانس لی۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر اندھیرے میں جیسے ٹٹولتا ہوا بولا۔ ”تمہارا ہاتھ کہاں ہے؟“

روزی نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ جواد نے اسی طرح دیدے پھیلا کر اس ہاتھ کی نزاکت کو محسوس کیا۔ پھر اس نے نازک سی ہتھیلی کو جام کے منہ پر اوندھا رکھ دیا۔ اس طرح کہ شیشے کا وہ جام نیچے تھا۔ اس پر ہتھیلی تھی۔ اس نے جام کو یوں الٹ دیا کہ ہتھیلی نیچے ہوگئی اور جام اس پر اوندھا ہوگیا۔ تب اس نے جام کو اس کی ہتھیلی سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ”شراب میں نے پی ہے‘ تلچھٹ تمہارے نام کر رہا ہوں۔“

روزی نے خوشی سے کانپتے ہوئے دیکھا۔ اس کی ہتھیلی پر ہیرا چمک رہا تھا۔ پہلے تو وہ گم صم سی ہو کر صرف دانت نکالے خوشی سے اسے تکتی رہی۔ پھر اس نے اسے اپنے سینے سے لگالیا‘ پھر اسے چوم لیا‘ اسے آنکھوں سے لگالیا۔ دنیا کی ہر قیمتی اور نمائشی چیز پہلے عورت کے من سے لگتی ہے اور پھر تن سے لگتی ہے۔

اندھے نے اپنی اندھیری دنیا میں اسے سر سے پاؤں تک محسوس کیا۔ پھر ایک سرد آہ بھر کر سوچا‘ کبھی کبھی محبت کا ایک لمحہ پچیس لاکھ روپے میں ملتا ہے۔

☆======☆======☆

زبیر ریسیور رکھنے کے بعد تھوڑی دیر تک وہیں بیٹھا رہا۔ روزی کے تصور میں گم رہا اور تدبیر سوچتا رہا کہ کس طرح اسے قریب سے قریب تر کر سکتا ہے۔ کچھ حسین عورتیں مغرور ہوتی ہیں‘ قریب آ کر بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتیں۔ ایسی ہی چند عورتیں اس کی زندگی میں آئی تھیں جنہوں نے پہلے اسے لفٹ نہیں دی لیکن جب اس نے شیشے کے نازک سے جام میں اس چمکتے دمکتے ہیرے کی نمائش کی تو کشاں کشاں چلی آئیں۔

آنے والیاں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر آتی تھیں کہ وہ ہیرا ان کے نصیب میں ہے اور وہ وعدہ کرتا تھا کہ شادی ہو جائے گی اور وہ دلہن بنا کر لائے گا تو اس ہیرے کی کنی کو ایک نیکلس میں پیش کرے گا لیکن شادی کی نوبت نہیں آتی تھی۔ وعدہ کی آبرو لٹ جاتی تھی۔ صرف ہیرے کی آب رہ جاتی تھی۔

اس نے بند تجوری کی طرف دیکھا۔ اس کا تجربہ کہتا تھا ایک بار روزی اس بیڈ روم میں آ کر ہیرے کی کنی کو شیشے کے جام میں دیکھ لے تو پھر وہ خود ہی قریب آنے کا کوئی راستہ نکال لے گی۔ ہیرے کا ذکر سننا اور بات ہے‘ اسے قریب سے دیکھنا اور بات ہے۔ اسے دیکھتے ہی عورت اپنے بس میں نہیں رہتی۔ اس کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتی ہے۔

وہ سوچتے سوچتے چونک گیا۔ ٹیلی فون کی گھنٹی چیخ رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے معلوم ہوا کہ لندن کی کال ہے۔ وہ انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اسے اپنے بیٹے ظفر کی آواز سنائی دی۔ وہ پوچھ رہا تھا۔

”ہیلو پاپا! کیا آپ میری آواز پہچان رہے ہیں؟“

”ہاں بیٹے! میں تمہیں پہچان رہا ہوں۔ تم میرے بیٹے ظفر ہو۔“

”پاپا! میں نانا اور نانی کے ساتھ کل آ رہا ہوں۔“

”یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا۔“

”نانا اور نانی آپ کو سرپرائز دینا چاہتے تھے۔ بغیر اطلاع دیئے وہاں پہنچنا چاہتے تھے

لیکن میں نے سوچا یہ مناسب نہیں ہے۔ شاید آپ میرا آنا پسند نہ کریں۔ اس لئے آنے سے پہلے اجازت لے لوں۔"

"بیٹے! کیسی باتیں کر رہے ہو؟ یہاں جو کچھ ہے سب تمہارا ہے۔ بھلا اپنے گھر آنے کے لئے کوئی اجازت بھی طلب کرتا ہے؟"

"پاپا! میں آپ سے ایک بات پوچھنے آرہا ہوں۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں؟"

زبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ بات تو میں ابھی فون پر بتا سکتا ہوں۔"

"نہیں پاپا! فون پر آپ جو کہیں گے' وہ زبانی ہوگا۔ میں آپ کی محبت کا عملی ثبوت چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے' چلے آؤ۔ کل تم یہاں پہنچو گے تو میں بیٹے کو باپ کی محبت کا ثبوت دوں گا۔"

دونوں میں کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پھر رابطہ ختم ہوگیا۔ اس نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا' ظفر سولہ برس کا ہوچکا ہے لیکن اتنی کم عمری میں بھی بے حد حساس اور ذہین ہے' وہ زندگی میں پہلی بار سوال کر رہا ہے کہ میں اس سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ اب سے پہلے اس نے ایسی بات نہیں پوچھی تھی مگر آج کیوں؟

وہ جب بیٹے کے متعلق سوچتا تھا تو بیٹے کی ماں بھی بڑی شدت سے یاد آتی تھی اور کبھی بیٹے کی ماں کے متعلق سوچتا تھا تو اس کے ساتھ بیٹا بھی یاد آجاتا تھا۔ جب وہ کاروبار سے تھک کر اور دنیا والوں سے ناطہ توڑ کر رات کی خاموشی اور تاریکی میں سونے کی کوشش کرتا تھا اور اسے نیند نہیں آتی تھی' خود کو تنہا پاتا تھا تو ایسا لگتا تھا کہ جیتے جی قبر کے اندھیرے میں ہے۔ تنہا ہے۔ اس کا کوئی نہیں ہے۔ آج بیٹا پاس ہوتا تو یہ تنہائی نہ ہوتی۔ انسان کو زندہ رہنے کے لئے محبت کا کوئی ایک رشتہ باقی رکھنا چاہئے۔

سوچنے کے دوران اس کی نظریں بے اختیار تجوری کی طرف اٹھ گئیں۔ تب وہ چونک گیا۔ اس کے ساس سسر جب بھی ظفر کو لے کر یہاں آتے تھے یا وہ ظفر کو دیکھنے کے لئے لندن جاتا تھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اسے طعنہ دے رہے ہوں۔ جیسے خاموشی سے چیلنج کر رہے ہوں کہ وہ اپنے بیٹے کو قریب سے دیکھ سکتا ہے' اسے چوم سکتا ہے' اس سے باتیں کر سکتا ہے لیکن اسے نانا نانی سے چھڑا کر لے جا نہیں سکتا۔ اپنے پاس

رکھ نہیں سکتا۔ بیٹے کی جو قیمت اس نے وصول کی تھی' وہ تجوری میں رکھی ہوئی تھی۔

ملازم نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ "جناب! کوئی فرید صاحب آپ سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

"انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ وہی شخص تھا جسے ایک لاکھ روپے ادا کرنے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ خالی بریف کیس پلنگ کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ اس نے اسے نکالا پھر تجوری کے پاس آکر بریف کیس کو فرش پر رکھا۔ مخصوص نمبروں کی ترتیب اس کے ذہن میں نقش تھی۔ اس ترتیب کے ذریعے اس نے تجوری کو کھول لیا۔ ایک لاکھ روپے مختلف گڈیوں کی صورت میں وہاں رکھے ہوئے تھے لیکن وہ تجوری کھولتے ہی پہلے ہیرے کو دیکھنے کا عادی ہوگیا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے اس کی نظر شیشے کے نازک سے جام پر گئی۔ جام خالی تھا۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ پہلے تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ پھر اس نے آنکھیں مل مل کر دیکھا۔ جام کو ہاتھ میں لیا۔ اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ اب وہ ہیرا اتنا ننھا سا بھی نہیں تھا کہ دور سے یا نزدیک سے نظر نہ آتا۔ اس نے جام کو ایک طرف پھینک دیا۔ پھر پاگلوں کے سے انداز میں تجوری کے تمام خانوں میں جھانکنے لگا۔ نوٹوں کی گڈیاں اور اہم دستاویزات نکال نکال کر پھینکنے لگا لیکن وہ ہیرے کا ننھا سا ٹکڑا نظر نہ آیا۔

اچھی طرح تلاش کرنے کے بعد وہ تھک کر ہانپنے لگا۔ جیسے بہت دور سے دوڑتا ہوا آرہا ہو۔ وہ بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا' یہ کیسے ہوگیا۔ بند تجوری سے وہ ہیرا کیسے غائب ہوسکتا ہے؟ کسی کو مخصوص نمبروں کی ترتیب کیسے معلوم ہوسکتی ہے؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ نمبر ڈائری میں لکھے ہوئے تھے۔ ڈائری بریف کیس میں بند رہتی تھی۔ بریف کیس کے مخصوص نمبر بھی کسی کو معلوم نہیں تھے۔ پھر وہ ہیرا کیسے غائب ہوگیا؟ کیا کسی نے سحر پھونکا تھا؟ کسی کالے عمل کے ذریعے اس ہیرے کو غائب کیا گیا ہے؟

کوئی بات ہماری عقل سے بعید ہو۔ کسی واردات کا طریقۂ کار سمجھ میں نہ آئے اور ہزار تفتیش کے بعد بھی وہ مسئلہ حل طلب رہے تو آدمی سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ سب جادوئی کرشمے ہیں۔

لیکن وہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس دنیا میں بڑے بڑے لاک بریکر (تالا

توڑنے والے) موجود ہیں۔ ایسے ڈیٹکٹو آلات ایجاد ہوئے ہیں جن کے ذریعے مخصوص نمبروں کی خفیہ ترتیب سمجھ میں آجاتی ہے۔ ضرور کسی نے ایسا ہی کوئی آلہ استعمال کرکے یہ تجوری کھولی ہوگی اور ہیرے کو حاصل کرنے کے بعد دوبارہ اسے ان ہی نمبروں کے ذریعے لاک کردیا ہوگا لیکن ایسا کون کرسکتا ہے؟

وہ ریوالور کو مضبوطی سے تھام کر اپنی خواب گاہ کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ سوچنے لگا۔ یہ دروازہ اس وقت بند تھا جب صبح میری آنکھ کھلی تھی۔ ہاں' میں تھوڑی دیر کے لئے ڈرائنگ روم کی طرف گیا تھا تاکہ وہاں سے ٹیلیفون اٹھا کر اپنے کمرے میں لاؤں اور روزی سے رابطہ قائم کروں۔ جب میں ٹیلیفون لانے کے لئے ڈرائنگ روم میں گیا تو باہر لان میں نکل گیا تاکہ صبح کی تازہ ہوا میں سانس لے سکوں۔ دس منٹ کے بعد میں ڈرائنگ روم میں واپس آیا۔ وہاں سے ٹیلی فون کو اٹھا کر اپنے بیڈ روم میں پہنچا۔ زیادہ سے زیادہ میں پندرہ منٹ تک اپنے بیڈ روم سے باہر رہا۔ اس پندرہ منٹ میں کسی نے اس ہیرے کو چرایا ہے۔

ایک بار اس کا دھیان اندھے جواد عصری کی طرف گیا' لیکن پھر اس نے سر کو جھٹک دیا۔ یہ احمقانہ خیال تھا۔ اندھا اس تجوری تک پہنچ نہیں سکتا تھا۔ ان نمبروں کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ فرض کیا جائے کہ اس نے کسی غیر معمولی صلاحیت کے ذریعے مخصوص نمبروں کی ترتیب معلوم کی ہو تو اس نے اس تجوری کو کب کھولا ہوگا؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ تو تمام وقت اس کے سامنے موجود رہا تھا۔ صرف پندرہ منٹ یا بیس منٹ کے لئے وہ اندھے کو اپنی خواب گاہ میں چھوڑ کر یہ دیکھنے کے لئے گیا تھا کہ باڈی گارڈ کہاں ہے۔ جب واپس آیا تو اندھا خواب گاہ کے دروازے پر تن کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ بے چارہ اندھا ہونے کے باوجود بساط بھر اس کے مال کی حفاظت کر رہا تھا۔

پچھلی رات سے اب تک تجزیہ کرنے کے بعد یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ جواد عصری کی موجودگی میں وہ ہیرا چوری نہیں ہوا اور رات کے وقت بھی کوئی اس کی خواب گاہ میں داخل نہیں ہوسکتا تھا لیکن داخل کیسے نہیں ہوسکتا تھا۔ جو شخص تجوری کے خفیہ نمبروں کو کسی ڈیٹکٹو آلے کے ذریعے معلوم کرسکتا ہے' وہ خواب گاہ کے مقفل دروازے کو کیسے نہیں کھول سکتا؟ یقیناً اس نے پہلے کسی غیر معمولی آلے کے ذریعے دروازے کو کھولا۔ بیڈ روم میں داخل ہوا۔ تجوری کھولی۔ وہاں سے ہیرا نکالا۔ تجوری کو دوبارہ انہی مخصوص نمبروں کے ذریعے بند کیا۔ پھر خواب گاہ کے دروازے کو بھی اسی طرح مقفل کرکے چلا

گیا۔ یقیناً رات کو جب وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ چوری اسی وقت ہوئی تھی۔

تھانے رپورٹ درج کرانے کا خیال آیا۔ پھر اس نے سوچا۔ رپورٹ درج کرانے سے کیا ہوگا؟ دردِ سر بڑھے گی۔ پولیس والے اسی سے سوالات کرتے رہیں گے کہ یہ کب ہوا؟ کیسے ہوا؟ کون لوگ آتے تھے؟ اس نے انکار میں سر ہلاتے ہوئے سوچا۔ بہتر ہے کہ پہلے اپنے طور پر معلومات حاصل کی جائیں۔ کیا ہمارے ملک میں عام آدمی کے پاس ایسے ڈیٹکٹو آلات ہوسکتے ہیں جن کے ذریعے خفیہ نمبروں کی ترتیب معلوم کی جاسکے؟ پھر یہ کہ مجھے جواد عصری سے اس سلسلے میں مشورہ لینا چاہئے۔ وہ اندھا ہے مگر بے حد ذہین اور غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس چور تک پہنچنے میں کوئی مدد دے سکے۔

وہ جس شخص کے لئے ایک لاکھ روپے لے کر آیا تھا اسے وہ رقم ادا کرنے کے بعد اپنی خواب گاہ میں واپس آیا۔ غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر لباس تبدیل کیا پھر جواد عصری کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔ جواد نے انجان بن کر پوچھا۔ "اچانک کیسے آگئے آپ؟ اور جب آہی گئے ہو تو دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھاؤ گے۔"

زبیر نے اسے ہیرے کے متعلق بتایا تو وہ بے یقینی سے خلا میں گھورنے لگا۔ اندھی آنکھیں جیسے دور تک سوچ رہی تھیں۔ زبیر نے کہا۔ "مجھے تمہاری ذہانت پر بھروسہ ہے۔ تم میرے بیان کی روشنی میں سوچو۔ چوری کون کرسکتا ہے؟

"تمہارا یہ خیال درست ہے کہ رات کے کسی حصے میں اس ہیرے کو چرایا گیا ہے۔"

"لیکن کیسے؟ تجوری کیسے کھولی گئی؟"

"میرا خیال ہے' تم نے نادانستگی میں کسی کے سامنے ڈائری کھولی ہوگی۔ کم از کم ڈائری کا وہ مخصوص صفحہ ضرور کسی کے سامنے کھولا ہے جس صفحے پر مخصوص نمبر لکھے ہوئے ہیں۔"

"میں اپنی ڈائری کو اپنی خواب گاہ میں کھول کر کچھ بھولی ہوئی چیزوں کو یاد کرلیتا ہوں یا کبھی ضرورت پڑتی ہے تو دفتر میں اس ڈائری کو کھولتا ہوں۔ شاید ایک آدھ بار میری سیکرٹری نائلہ نے اسے دیکھا ہے' لیکن دور سے۔ میرے دفتر کی میز بہت وسیع و عریض ہے۔ میری سیکرٹری یا کوئی ملاقاتی میرے بہت قریب نہیں آسکتا۔"

روزی نے کہا۔ "کچھ لوگوں کی نظریں بڑی تیز ہوتی ہیں۔ بڑی دور تک دیکھتی

ہیں۔ بے شک ڈائری کی تحریر نہ پڑھی جاسکتی ہو لیکن دور سے بریف کیس کے ان مخصوص نمبروں کی ترتیب ضرور دیکھی جاسکتی ہے۔"

"لیکن بریف کیس ہمیشہ میرے پاس رہتا ہے۔ کوئی اسے کھول نہیں سکتا۔ کسی کو اتنا وقت ہی نہیں مل سکتا۔"

"فرض کیجئے' کسی نے آپ کے بریف کیس کے مخصوص نمبروں کی ترتیب حاصل کرلی ہو۔ پھروہ ترتیب اس چور کو بتادی ہو جو پچھلی رات آپ کے بیڈ روم میں داخل ہوا تھا۔ پہلے اس نے آپ کے بیڈ روم کا دروازہ کھولا۔ پھر بریف کیس کو کھولا اور اس کے بعد........"

جواد عصری نے روزی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "زبیر! ہم خواہ مخواہ مخصوص نمبروں کی ترتیب تک پہنچنے کی بحث کر رہے ہیں۔ سیدھی سی بات ہے جو چور تمہاری خواب گاہ کے بند دروازے کو کھول کر اندر آسکتا ہے' وہ کسی مخصوص آلے کے ذریعے بریف کیس بھی کھول سکتا ہے اور تجوری بھی۔"

زبیر اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

"مگروہ کون ہوسکتا ہے؟"

روزی نے پوچھا۔ "کیا تھانے میں رپورٹ درج کرائیں گے؟"

جواد عصری نے کہا۔ "میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا جس نے اتنی چالاکی سے چوری کی ہے۔ اس نے اپنے بچاؤ کی تدبیریں بھی کی ہوں گی۔ پولیس والے تفتیش کے دوران خواہ مخواہ ہمیں پریشان کرتے رہیں گے۔ زبیر کا وقت بھی ضائع ہوتا رہے گا اور اچھی خاصی رقم بھی خرچ ہوتی رہے گی۔"

"تم بتاؤ کہ اس مجرم تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟"

وہ کچھ سوچ کر بولا۔ "تم اس ہیرے کے برابر ایک نقلی ہیرا اپنی تجوری میں لاکر اسی طرح رکھو اور زیادہ محتاط نہ رہو۔ بریف کیس کو سب کے سامنے کھولا کرو۔ ڈائری کو بے پروائی سے میز پر یا گھر میں چھوڑ دیا کرو۔"

زبیر نے کہا۔ "جسے وہ ہیرا حاصل کرنا تھا وہ کرچکا۔ اب دوسری بار ہمارے جال میں نہیں پھنسے گا۔"

جواد نے کہا۔ "لالچ بُری بلا ہے۔ جتنی بھی دولت حاصل ہو' انسان سوچتا ہے کہ اور حاصل ہو۔ ایک ہیرے کے بعد جب دوسرے ہیرے کی اطلاع اس چور کو ملے گی تو یقیناً

وہ اسے بھی حاصل کرنا چاہے گا اگر انسان کو لالچ نہ ستاتا تو آج دنیا میں ایک کے بعد دوسرا جرم کبھی نہ ہوتا۔"

"درست کہتے ہو۔ آدمی غصہ نہ کرے تو قتل و خون ریزی نہ ہو۔ لالچ نہ کرے تو کبھی چوری نہ ہو۔ ویسے میں نقلی ہیرا تجوری میں لاکر نہیں رکھ سکتا۔ مجھے بینک کے لاکر سے اسی سائز کا اصلی ہیرا لاکر رکھنا ہوگا۔"

روزی ایک دم سے خوش ہوکر اسے دیکھنے لگی۔ دوسرے ہیرے کا ذکر آیا تو اسے یاد آیا کہ ابھی اسی سائز کے تین ہیرے بینک کے لاکر میں رکھے ہوئے ہیں۔ ہیرے کے چار حصوں میں سے ایک حصہ وہ حاصل کرچکی تھی اگر دوسرا بھی حاصل ہوجائے تو؟ اور اس سوال کے ساتھ ہی لالچ شروع ہوتا ہے۔

جواد نے پوچھا۔ "ایک ہیرے کو تم گنوا چکے ہو۔ دوسرا ہیرا تجوری میں لاکر رکھنے کی نادانی کیوں کرنا چاہتے ہو؟"

"کل میرا بیٹا ظفر' لندن سے آرہا ہے۔ اس کے ساتھ میرے ساس سُسر بھی ہوں گے۔ جب کبھی میں ان کے سامنے تجوری کھولوں گا تو وہ نقلی ہیرے کو پہچان لیں گے۔ پھر مذاق اڑانے کے انداز میں کہیں گے کہ ہیرے کی حفاظت نہیں کرسکتا ہوں یا اپنے پاس رکھتے ہوئے ڈرتا ہوں تو مجھے بیٹے کے بدلے ہیرا خریدنے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ سر جھکا کر بولا۔ "آج شدت سے احساس ہورہا ہے کہ ہیرے موتی چرائے جاسکتے ہیں لیکن اولاد کی محبت کوئی نہیں چرا سکتا۔ حتیٰ کہ اس کے نانا نانی اسے میرے پاس سے لے گئے تھے لیکن میرا بیٹا آج بھی میرے دل کی تجوری میں دھڑک رہا ہے۔"

وہ سر تھام کر سوچنے لگا۔ روزی نے کہا۔ "یقیناً اولاد کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی دل میں کچوکے لگاتی ہے جب میرے والد زندہ تھے تو وہ بھی میرے لئے ایسی ہی محبت کا اظہار کرتے تھے۔"

جواد نے کہا۔ "لیکن بات ہیرے کی ہو رہی تھی۔"

زبیر نے سر اٹھا کر کہا۔ "میرا بیٹا اگرچہ کم سن ہے لیکن نانا کے پاس رہ کر اس نے ہیرے موتیوں کو پرکھنا سیکھ لیا ہے۔ تجوری میں نقلی ہیرا دیکھے گا تو کیا سوچے گا؟ اس لئے میں بینک سے دوسرا ہیرا لاکر رکھوں گا۔"

روزی' زبیر کو ایک ٹک یوں دیکھ رہی تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو۔ اس کی دونوں

آنکھیں چمک رہی تھیں۔ جیسے دوسرا ہیرا بھی اس کے دل میں جگمگا رہا ہو۔ پھر وہ چونک گئی۔ زبیر اسے دیکھ کر خاموشی سے مسکرا رہا تھا۔ وہ اندھے کے سامنے ایک دوسرے سے کچھ بول نہیں سکتے تھے لیکن مسکراہٹوں اور اشاروں کا تبادلہ کر سکتے تھے۔

روزی نے اپنا پرس کھول کر ایک چھوٹا سا کاغذ اور ایک بال پین نکالا پھر اس پر لکھا۔ ”میں مسلسل اس کھوج میں رہتی ہوں کہ جواد نے کس جاسوس کو میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ میری اب تک کی معلومات کے مطابق کوئی اجنبی میری نظروں میں نہیں آیا۔ میں نے چھُپ چھُپ کر بھی دیکھا ہے۔ راتوں کو جاگتی رہی ہوں کبھی کھڑکی کے باہر‘ کبھی لان میں نکل کر دیکھتی رہی ہوں۔ کل رات میرا ایک وفادار ملازم خادم اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ اس کوٹھی کے باہر پہرہ دیتا رہے گا اگر آپ ملنا چاہیں تو کل آٹھ بجے کے بعد میں آپ کا انتظار کروں گی۔ اسی کوٹھی میں۔“

جواد نے خلا میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تم دونوں خاموش کیوں ہوگئے ہو۔ روزی! کیا تم چلی گئی ہو؟“

”نہیں۔ میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ انتظار کر رہی ہوں کہ تم زبیر صاحب کو کوئی مشورہ دو گے۔“

زبیر نے مسکرا کر روزی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اور جواد میں اس دوسرے ہیرے کے متعلق اپنے فیصلے پر نظرثانی کر رہا ہوں۔“

روزی کا مختصر سا دعوت نامہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے اسے پیار سے دیکھا۔ اس پرچی کو اپنے سینے سے لگایا‘ پھر اسے چُوم لیا۔

☆======☆======☆

وہ چار برس کے بعد بیٹے کو دیکھ رہا تھا۔ اگر اس کے ساتھ اس کے نانا اور نانی نہ ہوتے تو شاید اسے پہچان نہ سکتا۔ سولہ برس کی عمر میں اس نے اچھا قد نکالا تھا۔ باپ کے برابر ہوگیا تھا اگرچہ دبلا پتلا تھا مگر آنکھوں سے ذہانت ٹپکتی تھی۔

چار برس پہلے جب ملاقات ہوئی تھی تو بیٹے نے صرف مصافحہ کیا تھا۔ اس بار وہ گلے سے لگ گیا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اب وہ رشتے کو بڑی گہرائی سے سمجھنے لگا ہے اور یہ سمجھ بھی آگئی ہے کہ دنیا میں اگر کوئی سب سے اہم رشتہ ہے تو وہ باپ اور بیٹے کا ہے۔ اسی رشتے سے آئندہ نسلیں پھولتی پھلتی ہیں۔

ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل کر وہ کار میں بیٹھے۔ نانا‘ نانی پچھلی سیٹ پر اور وہ اگلی سیٹ پر اپنے باپ کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ راستے میں اس کے نانا نے کہا۔ ”ظفر ہمیں بہت پریشان کرتا ہے۔ لندن میں رہنا نہیں چاہتا۔ دن رات یہی ضد رہتی ہے کہ تمہارے پاس آکر رہے گا۔“

”کیوں بیٹے! تم نانا کو پریشان کرتے ہو؟“

نانی نے کہا۔ ”مجھے بھی پریشان کرتا ہے۔ کہتا ہے میں پاکستانی ہوں۔ برطانوی نہیں ہوں۔ اس لئے پاکستان میں رہوں گا۔“

زبیر نے ڈرائیو کرتے ہوئے کن انکھیوں سے بیٹے کی جانب دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ کسی کی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا جارہا تھا لیکن اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ گہری سوچ اور گہرے جذبوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ اسے سوچتے دیکھ کر زبیر کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ ہیرا کسی کے بھی ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ بیٹا صرف اپنے باپ کے ہاتھوں میں رہنا چاہتا ہے۔

کوٹھی کے احاطے میں پہنچ کر ظفر بڑے شوق سے‘ بڑی دلچسپی سے اس کوٹھی کو یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی اپنے باپ سے ملنے والی جائیداد کو دیکھتا ہے۔ اس نے باپ کے ہاتھ

کو تھام کر کہا۔ "پاپا! مجھے کوٹھی دکھایئے۔ میں ایک ایک کمرہ دیکھنا چاہتا ہوں مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں یہیں پیدا ہوا تھا اور یہیں مروں گا۔"

زبیر نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ محبت سے بھینچ کر اسے تھپکتے ہوئے بولا۔ "ایسی بات نہ کرو۔ مریں گے تمہارے دشمن۔ تم یقیناً اسی کوٹھی میں پیدا ہوئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کوٹھی کا ڈیزائن پہلے کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہے۔ میرا اس دنیا میں تمہارے سوا کون ہے' بے شک تم میرے ساتھ نہیں رہتے ہو لیکن میری موت کے بعد یہ سب کچھ تمہارا ہوگا۔"

ظفر باپ کے سینے سے الگ ہو کر بولا۔ "ادھر نانا کہتے ہیں کہ ان کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ لندن میں جتنی دولت اور جائیداد ہے سب میری ہوگی اور آپ بھی یہی کہتے ہیں لیکن میں کس کا ہوں؟ اگر میں نانا کا ہوں تو انہوں نے ہیرے کے عوض مجھے کیوں حاصل کیا؟ کیا محبت کا یہی مول ہے؟ اور اگر میں آپ کا ہوں تو آپ نے مجھے ہیرے کے عوض نانا کے حوالے کیوں کر دیا؟"

"بیٹے! جب تم دنیاداری کو سمجھو گے تو ہماری باتیں سمجھ میں آئیں گی۔ تم خواہ میرے پاس رہو یا اپنے نانا کے پاس۔ تم ہم سب کی مشترکہ محبت ہو اور ہمارا سب کچھ تمہارے لئے ہے۔"

"اگر وہاں بھی سب کچھ میرا ہے۔ یہاں بھی میرا سب کچھ ہے تو میں یہاں آپ کے پاس رہوں گا۔ کبھی کبھی نانا اور نانی سے ملنے چلا جایا کروں گا۔"

زبیر نے پریشان ہو کر اپنے ساس اور سُسر کو دیکھا' سُسر نے کہا۔ "یہ ہمارے ساتھ ایسی ہی باتیں کرتا رہتا ہے۔ میں نے آخر تنگ آکر سوچا۔ اسے تمہارے پاس لے آؤں۔ تم اگر سمجھا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ سمجھ لو کہ کیا ہونا چاہئے۔"

ظفر نے کہا۔ "میں بتاتا ہوں کیا ہونا چاہئے؟ پاپا! وہ ہیرا آپ کے حوالے کر دیں گے۔ اس طرح میرے دماغ سے بھی یہ توہین آمیز بات نکل جائے گی کہ مجھے اس ہیرے کے عوض بیچا گیا ہے۔"

زبیر نے ہچکچاتے ہوئے بیٹے کو دیکھا' پھر کہا۔ "تم ابھی نادان ہو۔ اس بات کو نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی چیز کسی کی انا کا سبب کیسے بن جاتی ہے۔ جیسے میں نے یہ کوٹھی بنائی ہے اگر میں اسے بیچوں گا تو لوگ میرا مذاق اڑائیں گے' سمجھیں گے زبیر جیسا سرمایہ دار دیوالیہ ہو گیا ہے۔ یہ بات ہر سرمایہ دار تک پہنچی ہوئی ہے کہ میرے پاس دنیا کا سب سے

قیمتی ہیرا موجود ہے۔ اگر یہ میرے پاس نہیں رہے گا تو سوچ سکتے ہو کہ اونچی سوسائٹی کے لوگ میرے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ میری حیثیت گر گئی ہے۔ میں دیوالیہ ہو رہا ہوں۔ اس لئے میں نے اس نایاب ہیرے کو فروخت کر دیا ہے۔ تم نہیں سمجھ سکتے کہ ایک چمکتا ہوا پتھر کا ٹکڑا آدمی کو کتنی بلندی پر پہنچا دیتا ہے۔ سب لوگ سر اٹھا کر اسے حیرت سے' حسرت سے' رشک اور دشمنی سے دیکھتے ہیں۔ مجھے ایک طرح کا فخر محسوس ہوتا ہے۔ جیسے میں سب سے برتر ہوں۔ سب مجھ سے جلتے کڑھتے رہیں گے لیکن کوئی میری برابری نہیں کر سکے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ وہ ہیرا نانا کو واپس نہیں کریں گے؟"

زبیر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "واپس کرنا کیا ضروری ہے! وہ ہیرا میرے پاس رہے۔ تمہارے پاس رہے یا تمہارے نانا کے پاس رہے۔ بات ایک ہی ہے۔ آخر اس کے مالک تم ہی ہو گے۔ تمہارے نانا تمہیں میرے پاس چھوڑ سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ہیرا مجھ سے واپس نہیں لیں گے۔"

ظفر کے نانا نے کہا۔ "سوری زبیر! میں اگرچہ ظفر کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔ تمہیں بھی چاہتا ہوں لیکن میں اپنے نواسے کو ایک ٹھوس اور مستقل مزاج بزنس مین بنانا چاہتا ہوں۔ اسے بتانا چاہتا ہوں کہ جو چیز فروخت ہو گئی' سو ہو گئی اگر اسے دوبارہ حاصل کیا جائے گا تو موجودہ وقت کی قیمت کے حساب سے حاصل کیا جائے گا۔ کاروبار کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ یہ اصول ہم اپنے نواسے کو نہیں سکھائیں گے تو یہ ہم سے بڑا بزنس مین نہیں بن سکے گا۔ لہٰذا میں ظفر کو تمہارے پاس چھوڑ کر جاؤں گا تو اپنا ہیرا واپس لے کر جاؤں گا۔"

پھر نانا نے اپنے نواسے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ظفر! یہ بات تمہیں بُری لگے گی لیکن میں اپنی محبت کا تمہیں اس طرح یقین دلاؤں گا کہ وہ ہیرا میرے مرنے کے بعد تمہارا ہوگا' صرف تمہارا' لیکن کاروباری اصول اپنی جگہ اٹل ہیں۔"

ظفر نے پاؤں پٹخ کر کہا۔ "مجھے نہیں چاہئے وہ ہیرا۔ مجھے نہیں چاہئے آپ لوگوں کی محبت۔"

وہ غصے کی حالت میں وہاں سے دوسرے کمرے کی طرف جانے لگا۔ زبیر اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ وہ ایک کمرے میں صوفے پر جا کر بیٹھ گیا تھا اور سر جھکائے سوچ رہا تھا۔ زبیر نے کہا۔

"اس طرح غصہ دکھانے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اپنی باتیں تمہیں نہیں سمجھا پا رہے ہیں۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ لوگ میری باتیں نہیں سمجھ پا رہے ہوں۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے ذرا مہلت چاہئے۔ فوراً ہی غصہ دکھانے سے کیا فائدہ۔ دیکھو تم نے کہا تھا کہ طیارے میں کچھ نہیں کھایا ہے۔ لہٰذا ہم رات کا کھانا ابھی سات بجے کھا لیں گے۔ یوں بھی مجھے آٹھ بجے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ کل صبح اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

"نہیں پاپا! آج آپ مجھے چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جائیں گے۔"

وہ پریشان ہو گیا۔ اس کی نگاہوں میں روزی کا مکھن جیسا چہرہ مسکرانے لگا۔ آج بڑا اچھا موقع تھا۔ یہ موقع روزی نے ہی نکالا تھا اگر یہ ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر آئندہ پچھتانا ہی پڑتا۔

اس نے کہا۔ "بیٹے! آج ایک بہت ضروری اپائنٹ منٹ ہے۔ میں جلد ہی واپس آنے کی کوشش کروں گا۔"

"آپ کا جانا بے حد ضروری ہے تو پہلے نانا جان سے فیصلہ کر لیجئے' وہ مجھے آپ کے پاس رہنے دیں گے یا نہیں؟"

اس کے نانا اور نانی کمرے میں آگئے۔ زبیر نے انہیں دیکھ کر کہا۔ "اصل بات یہ ہے کہ جو ہیرا آپ نے مجھے دیا تھا اس کے میں نے چار برابر ٹکڑے کرا دیئے ہیں۔"

ظفر کے نانا نے کہا۔ "ہیرے کو تراشنا بچوں کا کام نہیں ہے۔ اسے بڑی مہارت سے کاٹنا پڑتا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس کی آب رہی ہے یا نہیں؟"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر ایسا کیا ہے۔ ہیرا اپنی جگہ وہی قدر و قیمت رکھتا ہے بلکہ اس کی قیمت اور بڑھ گئی ہوگی۔ آیئے میں آپ کو اس ہیرے کا ایک ٹکڑا دکھاؤں گا۔"

وہ سب ظفر کو ساتھ لے کر خواب گاہ میں آئے۔ اس نے اپنے ساس سُسر کو ذرا دور پلنگ پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر تجوری کے پاس آیا تاکہ کوئی مخصوص نمبروں کی نئی ترتیب نہ دیکھ سکے' لیکن بیٹا اس کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا۔ "میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا۔ حتیٰ کہ یہ نمبر بھی تم دیکھو گے۔ یہ دیکھو ان کی ترتیب یاد رکھو۔ تم اسے کھول کر جو چاہو نکال سکتے ہو۔ اس تجوری کی ایک ایک چیز تمہاری ہے۔ ہیرا بھی تمہارا ہے۔"

اس نے مخصوص نمبروں کی ترتیب سے تجوری کو کھولا۔ شیشے کے نازک سے جام

میں ہیرا جگمگا رہا تھا۔ اس نے اسے نکالا۔ پھر اپنے سُسر کے پاس آکر انہیں دکھایا۔ انہوں نے اسے اپنی ہتھیلی پر رکھا۔ چشمہ لگا کر اچھی طرح اس کا معائنہ کیا۔ تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بڑی مہارت سے تراشا گیا ہے۔ اس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔"

زبیر نے اس ہیرے کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ پھر اسے تجوری میں لاکر اسی شیشے کے جام میں رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنے بیٹے سے کہا۔ "تم اسے بند کرو۔"

ظفر اسے بند کرنے لگا۔ زبیر نے اس کے کان کے قریب سرگوشی میں کہا۔ "بیٹے! رشتے اور محبتیں اپنی جگہ ہیں۔ اپنے نانا کو یہ نمبر نہ بتانا۔ بتاؤ گے تو یہ تمہاری ہی چیزیں ہیں۔ تم اپنا اچھا برا سمجھ سکتے ہو۔"

ظفر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری سنجیدگی اور سوچ کی گہری چھاپ تھی۔ اس نے تجوری کو بند کرنے کے بعد پھر انہی مخصوص نمبروں کی ترتیب سے اسے کھولا۔ تجوری کے پٹ کھلتے ہی ہیرا پھر جگمگاتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اس کے پٹ بند کر دیئے اسے لاک کیا۔ پھر انہی مخصوص نمبروں کی ترتیب کے ساتھ اسے کھولا۔ ہیرا پھر نگاہوں کے سامنے جگمگانے لگا۔ زبیر اپنے بیٹے کی اس حرکت کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اسے بچپنا سمجھ رہا تھا۔

وہ ٹھیک سات بجے رات کا کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ کھانے کے دوران فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ ملازم نے فون لاکر زبیر کے قریب رکھا۔ زبیر نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف سے روزی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "یہاں میدان صاف ہے۔"

"میں آٹھ بجے یہاں سے نکلوں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے تک پہنچ جاؤں گا۔ بائی دی وے' وہ کہاں ہے؟"

"وہ شام کو چہل قدمی کے لئے سمندر کے کنارے جاتا ہے۔ شیدا اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگرچہ وہ اس کا ملازم ہے لیکن میرا زر خرید ہے۔ وہ جواد کو جلدی واپس آنے نہیں دے گا' اگر جواد آ بھی گیا تو تم میرے کمرے میں رہو گے۔ وہ آواز سن سکتا ہے' دیکھ نہیں سکتا۔ بس اتنی احتیاط رکھنا کہ اپنے منہ سے کوئی آواز نہ نکالنا۔ میں اسے گہری نیند سلانے کا انتظام کر چکی ہوں۔ اس کے بعد تم آزادی سے باتیں کر سکو گے۔"

تھوڑی دیر تک ضروری معاملات طے کرنے کے بعد اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر کھانے میں مصروف ہو گیا۔ ظفر نے پوچھا۔ "آپ کب تک واپس آجائیں گے؟"

وہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ عشق کی بازی کب تک جاری رہے گی۔ اس کھیل میں تو

ساری زندگی گزر جاتی ہے۔ اس نے اپنے بیٹے کو تسلی دینے کے لئے کہا۔ "یہی کوئی دو چار گھنٹے کے اندر آجاؤں گا بلکہ جلد ہی آنے کی کوشش کروں گا۔

ظفر تھوڑی دیر تک چپ چاپ کھاتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں پوچھوں گا۔ یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے لیکن آپ کو دیر ہوجائے یا کوئی خاص اطلاع آپ کو دینی ہو تو میں کس فون نمبر پر آپ سے رابطہ قائم کرسکتا ہوں؟"

زبیر تھوڑی دیر لقمہ چباتا رہا اور فیصلہ کرتا رہا کہ اسے جواد عصری کی کوٹھی کا نمبر دینا چاہئے یا نہیں؟ ظفر کے نانا نے کہا۔ "یہ لڑکا ہمیں بہت پریشان کرتا ہے۔ اگر یہ ہمارے قابو سے باہر ہوگیا تو ہم تمہیں اطلاع دیں گے۔ پلیز اپنا کوئی فون نمبر بتا دو۔"

زبیر نے بتا دیا۔ کھانے کے بعد وہ بیٹے سے تھوڑی دیر تک محبت بھری باتیں کرتا رہا۔ اسے تسلیاں دیتا رہا کہ جلد ہی آجائے گا۔ پھر وہاں سے رخصت ہوکر جواد عصری کی کوٹھی سے ذرا دور پہنچ گیا۔ گاڑی وہاں روک دی۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ وہ جواد سے ایک راز دار دوست بن کر رہنے کی قسم کھا چکا تھا اور اب اسی کے گھر میں اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے جا رہا تھا۔ جب آدمی گناہ کرنے پر آتا ہے تو یہ سب کچھ نہیں سوچتا۔ صرف اس بات سے ڈرتا ہے کہ پکڑا جائے گا تو کیا ہوگا؟

کچھ تو ہونا ہی تھا۔ اس لئے اس نے کار کو ایک قریبی کوٹھی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ اسے لاک کرنے کے بعد پیدل چلتا ہوا کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوا۔ چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی سلام کیا۔ اس نے پوچھا۔ "جواد صاحب ہیں؟"

"جی نہیں' مادام نے کہا ہے' آپ جیسے ہی آئیں' آپ کو اندر بھیج دیا جائے۔"

اسے اطمینان ہوا۔ وہ تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ واقعی میدان صاف تھا۔ روزی نے مسکرا کر اس کا استقبال کیا۔ اس نے ذرا گھبراتے ہوئے پوچھا۔ "جواد کب تک واپس آئے گا؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ میری خواب گاہ میں چلیں۔ وہاں اطمینان سے گفتگو ہوگی۔"

وہ اس کے ساتھ اس کی خواب گاہ کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت گاڑی کی آواز سنائی دی۔ دونوں چونک گئے۔ پھر روزی نے جلدی سے کہا۔ "آپ فوراً اس کمرے میں چلے جائیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ تیزی سے چلتے ہوئے کوٹھی کے باہر آئی۔ شیدا خالی گاڑی لے کر آیا تھا۔ اس

نے پوچھا۔ "جواد کہاں ہیں؟"

"مادام! وہ ناظم آباد کے ایک مکان کے سامنے گاڑی سے اتر گئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ جب انہیں واپس آنا ہوگا تو فون کے ذریعے اطلاع دیں گے پھر میں گاڑی لے کر اسی مکان کے سامنے پہنچ جاؤں گا۔"

"آخر کس کا مکان ہے؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا لیکن گاڑی کی آواز سن کر ایک جوان عورت باہر آئی تھی۔ پھر ایک چھوٹا سا لڑکا آیا اور آتے ہی ان سے لپٹ گیا۔"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔ "تم یہیں برآمدے میں رہو۔ خیال رکھو۔ کہیں وہ واپس نہ آجائیں' جیسے ہی وہ نظر آئیں' مجھے اطلاع کر دینا۔"

وہ اندر آئی۔ زبیر اس کی خواب گاہ میں تھا۔ روزی کو دیکھتے ہی اس نے پوچھا۔ "کیا وہ آگیا؟"

روزی نے دروازے کو بند کرتے ہوئے کہا۔ "صرف گاڑی آئی ہے۔ جواد کسی ایسے مکان میں گیا ہے جہاں ایک عورت اور ایک چھوٹا سا لڑکا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون ہیں؟ وہ وہاں کیوں گیا ہے؟"

"وہ جہاں بھی گیا ہے' ہمیں اتنا اطمینان ہونا چاہئے کہ دیر تک نہیں آئے گا۔"

"یہی تو مصیبت ہے۔ وہ کمبخت دیکھ نہیں سکتا لیکن میرے لئے مصیبت بنا رہتا ہے۔ یہ دہشت دل میں طاری رہتی ہے کہ اس نے اپنا کوئی جاسوس میرے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اب جاسوس نہیں ہے لیکن یہ دہشت کیا کم ہے کہ وہ اچانک واپس آسکتا ہے۔ ویسے آپ پریشان نہ ہوں۔ میں آپ کو یہاں چھپا سکتی ہوں۔"

زبیر نے اطمینان کی سانس لے کر کہا۔ "آپ نہیں' تم کہو۔ محبت میں آپ والا تکلف اچھا نہیں لگتا۔"

وہ جواباً مسکرا کر بولی۔ "آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں؟"

"عورت زبان سے نہیں بولتی ہے۔ اپنی اداؤں سے سمجھا دیتی ہے۔"

"اور مرد اپنی محبت کا یقین نہیں دلاتے۔"

"تم میری محبت کا کیسے یقین کرنا چاہتی ہو؟"

"اس طرح کہ مجھے ہمیشہ کے لئے اپنالو۔ میں اس اندھے کے ساتھ زندگی نہیں

گزارنا چاہتی۔"

"سچ پوچھو تو پہلی بار تمہیں دیکھتے ہی دل ہار گیا تھا۔ میں خود تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے ضروری ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ اتنا وقت گزار لیں کہ ہمارے درمیان پھر کوئی فاصلہ نہ رہے۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔ روزی نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ "نہیں مرد بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ فاصلہ مٹ جانے کے بعد عورت کے لئے ناقابلِ عبور فاصلہ بڑھا دیتے ہیں۔"

"میں ایسا نہیں ہوں۔ ایک بار تمہارا ہاتھ پکڑوں گا تو پھر کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تم نہیں جانتیں۔ میرے دل میں کتنے ارمان ہیں، میں اپنی بیوی کو بہت حسین ترین بنا کر رکھتا تھا، اس کی خاطر میں نے قیمتی ہیرے کو فروخت نہیں کیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ان ہیروں کا ایک نیکلس بنانا چاہتی ہے۔ میں نے اسے چار حصوں میں تقسیم کیا لیکن افسوس یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی۔ وہ بیچاری مر گئی۔ پھر میں نے سوچا، کوئی ایسی حسین عورت میری زندگی میں آئے گی جو میرے معیار پر پوری اترے اور میرا دل جیت لے تو میں ایک نیکلس میں وہ ہیرے جڑ کر اسے پہنا دوں گا۔"

روزی خوش ہو کر سن رہی تھی۔ اس کی باتوں پر یقین کر رہی تھی۔ بات ختم ہوتے ہی اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ "میں کیسے بھروسہ کر لوں؟"

"ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لئے پہلے بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ بغیر بھروسے کے کوئی ایک قدم بھی ساتھ نہیں چل سکتا۔"

چند لمحے گزرے ہوں گے کہ دروازے پر دستک سنائی دی۔ وہ دونوں چونک گئے۔

روزی نے پوچھا۔ "کون ہے؟"

باہر سے جواب نہیں ملا۔ اس نے زبیر کے کان کے قریب سرگوشی میں کہا۔ "فوراً اپنے جوتے اتار لو تاکہ تمہارے چلنے سے آواز پیدا نہ ہو۔ اس کے بعد کمرے کے ایک گوشے میں کھڑے ہو جاؤ۔ جواد ہو گا تو تمہیں دیکھ نہیں سکے گا۔"

یہ کہہ کر اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ اسی وقت پھر دستک سنائی دی۔ زبیر فوراً ہی جوتے اتار رہا تھا۔ روزی نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟"

جواب میں پھر دستک سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر زبیر کی طرف دیکھا۔ وہ کمرے میں ذرا دور چلا گیا تھا۔ بستر کے سرہانے جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر دروازے کو کھولتے ہوئے غصے کا اظہار کیا۔ "کون ہے، جواب کیوں نہیں دیتا؟"

یہ کہتے ہی اس نے دروازے کو کھول دیا۔ بیچ دروازے پر جواد عصری چھڑی ٹیکے کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی روزی کی سانس اوپر کی اوپر رہ گئی۔ "تت........ تم........؟ تم تو ناظم آباد میں کسی مکان کے سامنے........"

جواد نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "ہاں، میں اُدھر گیا تھا پھر تمہاری یاد ستائی۔ اِدھر چلا آیا۔ کیا مجھے اندر آنے کے لئے نہیں کہو گی؟"

"ہاں، ہاں۔ آؤ، یہاں بیٹھو۔"

وہ دروازے سے اندر داخل ہوا۔ پھر چھڑی کو اٹھا کر فضا میں ٹٹولتے ہوئے کہا۔ "تم نے دروازے کا پٹ پوری طرح کھول دیا ہے۔ اسے بند کر دو۔"

"ابھی بند کرتی ہوں۔"

وہ بند نہیں کرنا چاہتی تھی۔ موقع دیکھ کر زبیر کو وہاں سے نکال دینا چاہتی تھی لیکن وہ ابھی تک دروازے کے سامنے یوں کھڑا ہوا تھا کہ قریب سے گزرنے والے کی آہٹ سنائی دے سکتی تھی۔ اس نے کان لگا کر کچھ سنا پھر کہا۔ "تم ابھی تک اپنی جگہ کھڑی ہوئی ہو، کیا دروازہ بند نہیں کرو گی؟"

"ہاں، کر رہی ہوں۔"

وہ آگے بڑھ کر دروازہ بند کرنے لگی۔ جواد اُدھر گھوم گیا، جدھر زبیر کھڑا ہوا تھا۔ ان دنوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا لیکن زبیر کا دل دھک سے رہ گیا۔ اندھا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن اس کی آنکھیں ادھر لگی ہوئی تھیں۔ سفید دیدے، سفید پُتلیاں اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں۔ عجیب بے نور آنکھیں تھیں۔ اسے دہشت زدہ کر رہی تھیں۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے ایک طرف جانے لگا۔ روزی سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ اشارے سے منع کر رہی تھی کہ وہ حرکت نہ کرے پھر وہ بولی۔ "جواد میں نے تمہارے کہنے سے دروازہ بند کر دیا ہے، لیکن گھٹن سی محسوس ہو رہی ہے۔ سخت گرمی ہے۔ پنکھا چل رہا ہے۔ پھر بھی........"

جواد نے مسکرا کر کہا۔ "تم پریشان ہو رہی ہو تو کوئی بات نہیں، دروازہ کھول دو لیکن وہ کرسی کہاں ہے؟"

روزی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "آؤ، میں تمہیں کرسی کی طرف لے چلتی ہوں۔"

اس نے ہاتھ چھڑا کر کہا۔ "کرسی یہاں لے آؤ۔"

اس نے پریشان ہو کر اسے دیکھا۔ مگر حکم کی تعمیل لازمی تھی۔ ایسا نہ کرتی تو وہ شبہے

میں مبتلا ہو سکتا تھا۔ وہ کرسی اٹھا کر لے آئی۔ اس نے کہا۔ ”جاؤ‘ دروازہ کھول دو۔“

اس نے دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ اب زبیر چاہتا تو دبے قدموں چل کر یا چاروں ہاتھوں پاؤں سے رینگ کر دروازے کے ایک طرف سے نکل سکتا تھا‘ لیکن جواد چھڑی سے ٹٹولتا ہوا‘ کرسی کو کھینچتا ہوا دروازے کے بیچ میں آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب کوئی اس کے دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے گزر کر نہیں نکل سکتا تھا۔

روزی اور زبیر چند لمحے سکتے کی حالت میں رہے پھر وہ غصے سے پاؤں پٹخ کر بولی۔

”تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے؟ کیوں ایسی حرکتیں کرتے ہو؟ دروازے پر بیٹھ گئے ہو جیسے میں نے کسی کو یہاں بلا رکھا ہے۔“

وہ مسکرا کر بولا۔ ”چور کی داڑھی میں تنکا۔ اگر نہیں بلایا ہے تو غصہ کیوں دکھا رہی ہو؟“

”تمہاری جہالت اور تمہاری شکی طبیعت پر غصہ آ رہا ہے۔ میں کیا‘ کوئی بھی عورت اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی۔“

”بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں عورت ہو اور اپنے شوہر کا اعتماد قائم رکھتی ہو۔“

”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے؟“

”تم نے اپنے وفادار ملازموں کو کوٹھی کے چاروں طرف پہرے پر کیوں بٹھایا ہے؟“

اس نے ذرا چونک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہیں کس نے کہا کہ میں نے کسی کو پہرے پر بٹھایا ہے؟“

”روزی! جب تک تم میری بیوی ہو‘ میری دولت کی مالک ہو۔ تم نے میری دولت سے خادم اور شیدے جیسے ملازموں کو خرید لیا ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ میں بھی انہیں خرید سکتا ہوں اور میں نے شیدے کو بھاری رقم دے کر اپنا وفادار بنا لیا ہے۔“

وہ اس کی بات سن رہی تھی۔ پریشان ہو رہی تھی۔ کچھ گھبرا رہی تھی مگر ڈھٹائی سے بولی۔ ”جھوٹ ہے۔ شیدے نے تم سے کچھ رقم حاصل کرنے کے لالچ میں میری برائی کی ہے۔ میرے خلاف جھوٹ کہا ہے۔“

”بہرحال جھوٹ کہا ہے یا سچ۔ میں نے کوٹھی کے چاروں طرف پہرہ توڑ دیا ہے۔ شیدے کو اتنی رقم دی ہے کہ اس سے وہ خادم اور دوسرے ملازموں کو خرید سکتا ہے۔ جو نہیں خریدے جائیں گے‘ انہیں دھمکی دے سکتا ہے کہ جواد عصری کو سارا کھیل معلوم ہو چکا ہے‘ لہٰذا غدار ملازموں کو نکال دیا جائے گا۔ تم سمجھ سکتی ہو‘ ایسی صورت میں یا تو وہ

میری طرف سے رقم قبول کریں گے یا پھر یہاں سے نکالے جائیں گے۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے رقم قبول کر لی ہے۔ اسی لئے میں بغیر روک ٹوک کے یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔“

”پہنچ گئے ہو تو کیا ہوا؟ کیا میں یہاں تمہارے خلاف کوئی سازش کر رہی ہوں؟“

”یہ میں نہیں جانتا۔“

اس نے اپنی جیب سے ایک تہہ کیا ہوا کاغذ نکالا............ روزی نے پوچھا۔ ”یہ کیا ہے؟“

”طلاق نامہ ہے۔“

اس نے پیچھے ہٹ کر کہا۔ ”ہرگز نہیں۔ میں طلاق نہیں لوں گی۔“

”لو گی۔ میں تمہیں بے حیا ثابت کر دوں گا۔“

”تم اندھے ہو۔ تمہارا دماغ بھی اندھا ہے۔ خوامخواہ شریف عورتوں پر شک کرتے ہو۔ پہلی بیوی کو بھی تم نے اس طرح الزامات دے کر گھر سے نکال دیا۔ میں اس کی طرح معصوم تو نہیں ہوں۔“

”ہاں‘ بہت دیر بعد معلوم ہوا‘ تم معصوم نہیں ہو۔ یہ خواب گاہ تمہاری ہے۔ تم یہاں کی ہر چیز کو دیکھتی ہو‘ سمجھتی ہو‘ لیکن اس خواب گاہ کو میں نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے فانوس میں ایک انتا پاور فل مائک چھپا کر رکھا تھا۔ جس کی آواز میرے کمرے کے ایک کیسٹ ریکارڈر میں ریکارڈ ہوتی رہتی ہے۔“

روزی نے گھبرا کر فانوس کی طرف دیکھا۔

جواد نے کہا۔ ”میری الماری کے اندر جو کیسٹ ریکارڈر رکھا ہوا ہے‘ وہ ڈبل ریکارڈنگ سسٹم کا حامل ہے۔ ایک کیسٹ نوے منٹ تک چلتا ہے۔ پھر وہ خود بخود ریوائنڈ ہوتا ہے۔ اس کے بعد نوے منٹ تک ٹیپ کے دوسرے سرے میں ریکارڈنگ ہوتی ہے۔ جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو دوسری طرف کا کیسٹ چلنے لگتا ہے۔ یعنی تین گھنٹے کے بعد دوسرا کیسٹ آن ہوتا ہے۔ وہ بھی دوبارہ نوے منٹ تک چلتا ہے۔ اس سے اندازہ کر لو کہ آج سات بجے سے لے کر اب تک تم نے جتنی گفتگو کی ہے‘ جس سے گفتگو کی ہے وہ ساری باتیں ریکارڈ ہو چکی ہیں۔ اس سے پہلے کل رات کو تم خادم کے ساتھ آج کا پروگرام بنا رہی تھیں‘ اسے سمجھا رہی تھیں کہ آج رات زبیر کا یہاں استقبال کرنے کے لئے مجھے کس طرح کوٹھی سے دور رکھا جائے گا‘ اگر میں آؤں گا تو مجھے کس طرح نیند کی

دوا کھلا کر یا پلا کر سلادیا جائے گا۔"

روزی کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا' وہی باتیں وہ خادم سے کر چکی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ اس کی تمام باتیں دوسری طرف ریکارڈ ہو رہی ہیں۔ اس کی بے حیائی کا ثبوت پیش کرنے کے لئے وہ کیسٹ کافی تھی اور دوسروں کی نظر میں اسے ذلیل کر سکتی تھی۔

جواد نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "روزی! میں اپنی بدصورتی کی شکایت کس سے کروں؟ میں سمجھتا تھا میری دولت' میری بدصورتی کو چھپا دے گی اور کوئی بھی حسین عورت میری وفادار بن کر رہے گی لیکن یہ محض خوش فہمی ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔ "میں نے اپنی پہلی بیوی کو معاف کر دیا ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہے' اس نے بھی سہانے سپنے دیکھے ہوں گے۔ تصور میں ایک خوبرو مرد کو دیکھا ہوگا جو اس کا دولہا بن کر آرہا ہو' لیکن جب میں اس کا دولہا بن کر گیا تو اس کے خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا ہوگا۔ وہ بے چاری اپنا من مار کر کچھ عرصے تک میری وفادار رہی پھر ایک خوبرو مرد نے اسے بہکا دیا اور وہ بہک گئی۔"

وہ سر جھکا کر بولا۔ "بہکنے کی سزا اس عورت کو مل گئی۔ عدالت میں طلاق ہوئی اور اس کی جگ ہنسائی ہوتی رہی۔ پھر وہ اپنا گھر آباد نہ کر سکی۔ طلاق کی رسوائی اتنی دور تک پھیل گئی تھی کہ کوئی مرد اسے شریکِ حیات کے طور پر قبول نہ کر سکا۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ طلاق کے بعد اس بچے سے باپ کا نام بھی چھن گیا' کیونکہ میں نے اسے بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ماں اسے دوسرے باپ کا نام نہیں دے سکی۔ اس عورت کو ایک رات کا ساتھی مل سکتا تھا لیکن اس کے بیٹے کو باپ کا نام دینے والا ہمیشہ کا جیون ساتھی نہیں مل سکتا تھا اور نہ ہی آج تک مل سکا۔"

جواد باتوں کے دوران کبھی کبھی سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھتا تھا جیسے کان لگا کر کوئی آہٹ سنتا جا رہا ہو۔ ایک بار اس نے اُدھر دیکھا جہاں زبیر کھڑا ہوا تھا۔ زبیر ان بے نور آنکھوں کو سہمے ہوئے انداز میں دیکھنے لگا۔ جواد نے کہا۔

"دنیا میں اولاد سے زیادہ کسی کو عزیز نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ اولاد سے نسلیں آگے بڑھتی ہیں۔ دنیا پھلتی پھولتی ہے۔ آدمی ایک کے بعد ایک زندہ رہتا ہے۔ میں نے اپنی اولاد کو صرف یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ میری بیوی بے وفا تھی' بے حیا تھی لیکن اس بچے کا کیا قصور تھا؟ میں کیسے یقین سے کہہ سکتا تھا کہ وہ میرا بچہ نہیں ہے؟ وہ میرا بچہ ہے۔ دنیا کا

کوئی بھی شخص دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جسے وہ اپنی اولاد کہہ رہا ہے' وہ اس کی اولاد ہے۔ اس سلسلے میں ہر مرد کو اپنی عورت پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر میں کیوں نہ بھروسہ کروں؟"

وہ ذرا توقف کے بعد بولا۔ "ایک روز میری پہلی بیوی میرے پاس' روتے گڑگڑاتے ہوئے آئی' میرے قدموں میں لوٹنے لگی' کہنے لگی۔ "مجھے اور سزا دیجئے' مجھے جان سے مار ڈالئے' دنیا کے سامنے ذلیل کیجئے لیکن خدا کے لئے اپنی اولاد کو تسلیم کر لیجئے۔ میں اسے اسکول میں پڑھانا چاہتی ہوں۔ وہاں اس کے باپ کا نام پوچھا جاتا ہے۔ وہ زندگی میں جہاں جہاں جائے گا' جس مقام پر بھی پہنچے گا وہاں اسے باپ کے نام کی ضرورت ہوگی۔"

اس عورت کی فریاد سن کر مجھے زبیر کا خیال آیا۔ کیا باپ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہیرے کے ایک ٹکڑے کے لئے اپنے بیٹے کو اس کے دوسرے رشتے داروں کے حوالے کر دیں اور بیٹے کی محبت سے خالی ہو جائیں۔ اس لمحے مجھے اچانک اپنے بیٹے کی محبت کا شدید احساس ہوا اگر وہ میرا بیٹا ہے اور اس عورت کا بیان درست ہے تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ میں اپنے بیٹے سے ناانصافی کر رہا ہوں اور اپنی بیوی کی بے حیائی کی سزا اپنے بیٹے کو دے رہا ہوں۔ اسے جگہ جگہ ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔"

روزی نے پوچھا۔ "کیا تم تھوڑی دیر پہلے اسی عورت اور بچے کے پاس گئے تھے؟"

"میں اکثر وہاں جاتا ہوں' لیکن آج نہیں گیا۔ آج شیدے نے میرے کہنے کے مطابق تمہارے پاس آکر جھوٹا بیان دیا تھا۔ ویسے میری اس بیوی نے دوسری بار میری منکوحہ بننے کے لئے ایک شادی کی تھی۔ اب اس سے طلاق حاصل کر لی ہے۔ آج کل عدت کے دن گزار رہی ہے۔ کچھ عرصے بعد میں اس سے شادی کرلوں گا۔"

روزی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس کے قدموں کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جواد! تم اپنی پہلی بیوی کو معاف کر سکتے ہو تو مجھے بھی معاف کر دو۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ.........."

اس نے بات کاٹ کر کہا۔ "بکواس مت کرو' میں تمہاری قسم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ تم لالچی عورت ہو۔ میں تمہاری محبت حاصل کرنے کے لئے تمہارا دل جیتنے کے لئے تمہاری طرح طرح کی آرزوئیں پوری کرتا رہا لیکن تم میری نہ ہو سکیں۔ آج میرے اعتماد کو دھوکہ دے رہی تھیں۔ تمہارے برعکس میری پہلی بیوی نے جذباتی غلطی کی' لیکن وہ لالچی نہیں ہے۔ وہ ایک غریب عورت تھی اور اس نے کبھی دولت کا لالچ نہ پہلے کیا' نہ

اب کرتی ہے۔ بہرحال وہ میرے بیٹے کی ماں ہے۔ اس لئے میں دوبارہ اسے قبول کر رہا ہوں۔ اب مجھ سے جو بھی پوچھے گا۔ میں اس سے یہی کہوں گا کہ اپنی اولاد کی بھلائی کے لئے عورت کے سامنے جھکنا بھی پڑے تو مرد کو اپنے اندر لچک پیدا کرنی چاہئے۔ اس سے مردانگی کو ٹھیس نہیں پہنچتی بلکہ اولاد جوان ہونے کے بعد باپ کے دانشمندانہ فیصلے کی قدر کرتی ہے۔"

زبیر گم صم کھڑا ہوا جواد کی باتیں سن رہا تھا' اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اسے اپنا ظفر یاد آرہا تھا۔ شرم آرہی تھی کہ ایک اندھا اپنی اولاد کی خاطر کس طرح بیوی کی غلطی معاف کر رہا ہے۔ کس طرح اپنے بیٹے کو اہمیت دے رہا ہے اور وہ ہے کہ صرف ایک ہیرے کی خاطر اپنے بیٹے کو ہاتھ سے گنوا رہا ہے۔

ادھر جواد کہہ رہا تھا۔ "روزی! سیدھی طرح اس طلاق نامے کو قبول کرلو۔ نہیں کرو گی تو یہ معاملہ عدالت تک پہنچے گا۔ پھر میری پہلی بیوی کی طرح تمہاری جگ ہنسائی ہوگی۔ وہ کیسٹ بھری عدالت میں سنایا جائے گا۔ تمہاری بے حیائی کے چرچے ہوں گے۔ اگر تم اپنی رسوائی چاہتی ہو تو میں یہ معاملہ ٹال دیتا ہوں۔ کل صبح سے قانونی کارروائی شروع ہوگی۔"

روزی نے اس کے ہاتھ سے اس کاغذ کو لے لیا۔ آخری بار گڑگڑائی۔ التجا کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ ایک ہی ضد تھی کہ وہ دستخط کردے۔ پھر اس نے کہا۔ "طلاق نامے کو اچھی طرح پڑھ لو۔ میں اتنی مہربانی کر رہا ہوں کہ طلاق کے ساتھ ایک لاکھ روپے دے رہا ہوں۔ اس پر دستخط کرو۔ میں تمہارے دستخط دیکھ نہیں سکتا لیکن قانون کی آنکھیں یہاں نہیں تو عدالت میں تمہیں دیکھ لیں گی۔"

اتنے میں ایک ملازم ٹیلیفون اٹھا کر وہاں لے آیا پھر اس نے کہا۔ "زبیر صاحب کی کوٹھی سے فون آیا ہے۔"

جواد نے ایک طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔ "مجھے ریسیور دو' یقیناً زبیر نے مجھے یاد کیا ہوگا۔"

روزی نے پریشان ہوکر زبیر کی طرف دیکھا۔ زبیر بھی اس ریسیور کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جواد نے ریسیور کو کان سے لگا کر کہا۔ "ہیلو!" پھر دوسری طرف کی باتیں سننے لگا۔ چند لمحوں کے بعد ہی اس نے چونک کر پوچھا۔ "آپ نے کیا کہا؟ کیا ظفر نے.........؟ یعنی کہ زبیر کے بیٹے نے خودکشی کی ہے۔"

جواد کے منہ سے یہ سنتے ہی زبیر کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ "نہیں.......... نہیں' میرا بیٹا خودکشی نہیں کرسکتا.........."

وہ دوڑتا ہوا آیا۔ پھر اس نے جواد سے ریسیور چھین لیا۔ کان سے لگا کر بولا۔ "ہیلو' میں زبیر بول رہا ہوں۔ کیا ہوا؟ میرے بیٹے کو۔"

اس نے دوسری طرف سے کچھ سنا۔ پھر ریسیور کو پھینکتا ہوا وہاں سے دوڑتا ہوا چلا گیا۔ جواد خلا میں گھورتا ہوا مسکرا رہا تھا پھر اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہ کاغذ واپس کرو۔"

روزی نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے کہا۔ "تم صرف ایک لاکھ روپے لے کر اس گھر سے نکلو گی۔ اس خوش فہمی میں مبتلا نہ رہنا کہ وہ ہیرا تمہارے ساتھ جائے گا۔ جو اندھا تجوری کے نمبروں تک پہنچ سکتا ہے' وہ تمہاری آہنی الماری کھول کر اس ہیرے کو پار کرسکتا ہے۔"

وہ پیچھے ہٹ کر حیرانی سے بولی۔ "نہیں' تم میری الماری کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔"

"اسے کھول کر دیکھ لو۔ جس ڈبے میں تم نے وہ ہیرا رکھا تھا وہ خالی ہے۔"

وہ دوڑتے ہوئے الماری کے پاس گئی۔ جواد عصری بڑے اطمینان سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کرسی کو ایک ٹھوکر سے دوسری طرف گرا دیا۔ پھر چھڑی ٹیکتا ہوا جانے لگا۔

زبیر تیزی سے کار ڈرائیو کرتا ہوا اپنی کوٹھی کی طرف جارہا تھا۔ ونڈ اسکرین کے پار سڑک نظر آرہی تھی لیکن اس سے زیادہ بیٹے کی صورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کی گہرائی' چہرے کی سنجیدگی اس بات کی غماز تھی کہ وہ لڑکا بہت ہی حساس ہے اور باپ کی کمی کو شدت سے محسوس کرتا ہے بلکہ کرتا تھا۔ شاید اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ فون پر جو اطلاع ملی تھی' اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔ شاید وہ زندہ ہو۔ شاید باپ کے انتظار میں موت ٹل گئی ہو۔

وہ اپنی کوٹھی کے احاطے میں پہنچا۔ تیزی سے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ دوڑتا ہوا کوٹھی کے اندر آیا۔ پتہ چلا' سب لوگ اس کی خواب گاہ میں ہیں۔ وہ اسی طرح دوڑتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا۔ اس کے ساس اور سسر زمین پر بیٹھے رو رہے تھے۔ پاس ہی ظفر فرش پر پڑا ہوا تھا اس پر چادر ڈال دی گئی تھی۔

اسے دیکھتے ہی زبیر نے ایک چیخ ماری۔ پھر اپنے بیٹے کو پکارتے ہوئے قریب آیا۔ اس کے منہ سے چادر ہٹائی۔ وہ خاموش' آنکھیں بند کئے پڑا ہوا تھا۔ سانس نہیں چل رہی

تھی۔ نبض ڈوب چکی تھی۔ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی۔

اس کے سُسر نے روتے ہوئے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ پھر کہا۔ "اس نے اپنی موت سے قبل یہ خط تمہارے نام لکھا تھا۔ ہمیں پتہ چلتا تو نہ یہ خط لکھنے دیتے اور نہ............"

وہ بات پوری نہ کرسکے اور سسک سسک کر رونے لگے۔ زبیر وہ خط لے کر پڑھنے لگا۔ بیٹے نے لکھا تھا۔

"ڈیئر پاپا! مجھے شیکسپیئر کے ڈرامے کا وہ فقرہ یاد آرہا ہے۔" ٹوبی اور ناٹ ٹوبی۔" میں ہونے اور نہ ہونے کے مرحلے پر ہوں۔ سوچتا ہوں کہ ہوں تو سب کا ہوں۔ نانا کا بھی ہوں اور آپ کا بھی ہوں اور نہ ہونے کو بازار کی ایک جنس ہوں جس کا سودا کیا گیا ہے۔ جس سے کوئی محبت نہیں ہے۔ کوئی جذبہ نہیں ہے۔ کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

میں لندن میں تھا تو آپ کے پاس آنے کی ضد کرتا تھا۔ نانا کہتے تھے کہ آپ سنگدل ہیں' صرف اوپر ہی اوپر مجھ سے محبت دکھائیں گے لیکن بیٹے کی حیثیت قبول نہیں کریں گے' کیوں کہ وہ ہیرے کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

آج میں نے یہاں آکر دیکھ لیا' آپ کو مجبور پایا' آپ کو پریشان دیکھا۔ آپ اس ہیرے کو اپنے پاس رکھنے کے لئے میرے سامنے کیسی کیسی دلیلیں پیش کر رہے تھے اور ایسے وقت بھول رہے تھے کہ آپ بیٹے کے سامنے کھڑے ہیں اور بیٹے کو بھی پاس رکھنے کی بڑی سے بڑی دلیل پیش کرسکتے ہیں لیکن بات وہی سچ ہے جو نانا کہتے ہیں۔

پاپا! آپ کا خیال ہے کہ بیٹے دس پیدا ہوسکتے ہیں لیکن قیمتی ہیرا بار بار پیدا نہیں ہوتا۔ آپ درست کہتے ہیں۔

لیکن پاپا! میں بھی ایک بات سچی اور کھری کہتا ہوں' بیٹے یقیناً دس ہوسکتے ہیں لیکن باپ ایک ہوتا ہے۔ میں اپنی چھوٹی سی عمر میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج تک کسی بھی شریف اور غیرت مند بیٹے نے اپنے باپ کے نام کا سودا کبھی نہیں کیا ہوگا کیونکہ باپ ایک ہوتا

ہے اور جو چیز ایک ہوتی ہے اس کی محبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت اتنی ہوتی ہے کہ نہ تو اسے تولا جاسکتا ہے' نہ فروخت کیا جاسکتا ہے بلکہ اس ایک کے لئے اپنی جان بھی قربان کی جاسکتی ہے۔ پاپا! آپ دنیا میں میرے لئے بالکل ایک ہیں' میں آپ کی پریشانیاں دور کرنے کے لئے آپ کو ایک بیٹے سے نجات دلانے کے لئے' ایک ہیرے کا تاحیات مالک بنائے رکھنے کے لئے اپنی امی کے پاس جارہا ہوں۔ اب کبھی واپس نہیں آؤں گا۔

میں چاہتا ہوں جس ہیرے کی وجہ سے آپ سوسائٹی میں سربلند رہتے ہیں۔ تمام سرمایہ داروں میں خود کو برتر سمجھتے ہیں۔ اب وہ ہیرا آپ کو میرا پیٹ چاک کرنے کے بعد ملے۔

فقط آپ کا بدنصیب بیٹا

ملک محمد ظفر"

وہ کھڑا ہوا تھا۔ اپنے بیٹے کی آخری تحریر پڑھ رہا تھا۔ آخری فقرہ پڑھتے ہی اس نے چونک کر تجوری کی طرف دیکھا۔ اس کا پٹ کھلا ہوا تھا۔ تجوری کے ایک خانے میں شیشے کا نازک سا جام نظر آرہا تھا۔ اب وہ ہیرا بیٹے کے جسم کی تجوری میں پہنچ گیا تھا جسے چاک کرنے کے بعد ہی نکالا جاسکتا تھا۔

دماغ میں بیٹے کی باتیں گونجنے لگیں۔ بے شک بیٹے دس پیدا ہوسکتے ہیں لیکن باپ تو ایک ہوتا ہے۔ قیمتی ہیرے کی طرح باپ بار بار نہ تو پیدا ہوسکتے ہیں نہ بنائے جاسکتے ہیں۔

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھام لیا پھر دوسرے ہی لمحے چکرا کر بیٹے کی لاش کے اوپر گر پڑا۔

☆======☆======☆

ڈاکٹر محمود اکبر نے فہرست پر ایک نظر ڈال کر چپڑاسی سے کہا۔ "مسٹر ملک محمد زبیر کو اندر بھیج دو۔"

چپڑاسی باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر زبیر نظر آیا۔ اس نے سلام کرتے ہوئے آگے بڑھ کر ڈاکٹر سے مصافحہ کیا۔ ڈاکٹر نے کہا۔ "تشریف رکھئے۔"

وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں نے ایک ہفتہ پہلے آپ سے ملاقات کا وقت مقرر

کیا تھا۔"

"میں اسی وقت کے مطابق آپ سے ملاقات کر رہا ہوں۔ بتائیے' آپ کی آنکھوں میں کیا تکلیف ہے؟"

"میری آنکھوں میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں مریض نہیں ہوں۔ ایک دوسرے معاملے میں آپ سے گفتگو کرنے آیا ہوں۔"

"بھلا وہ دوسرا معاملہ کیا ہو سکتا ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ جواد عصری سے آپ کے گہرے مراسم ہیں۔ بچپن کی دوستی ہے؟"

ڈاکٹر نے تائید میں سر ہلا کر کہا۔ "بے شک آپ کی معلومات درست ہیں۔ پھر؟"

"پھر یہ کہ میں جواد کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی آنکھوں کی بینائی کب اور کیسے گئی؟"

"آپ یہ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"ڈاکٹر! اس شخص نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ پہلی ملاقات میں مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اندھا ہے۔ اس نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی وہ اندھا ہے۔ اب اس کی مطلقہ بیوی روزینہ عرف روزی نے مجھ سے کہا ہے کہ میری تجوری سے جواد عصری نے ہیرا چرایا ہے۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "اور آپ نے اس عورت پر بھروسہ کرلیا۔ یہ نہیں سوچا کہ اسے طلاق دی گئی ہے۔ وہ انتقاماً جواد پر طرح طرح کے الزامات لگا سکتی ہے۔ کیا آپ کی عقل یہ کہتی ہے کہ اس نے آپ کی تجوری کھولی ہوگی اور ہیرا چرایا ہوگا لیکن کب؟ کیسے؟ کن حالات میں؟ کیا آپ تجوری کھلی رکھتے ہیں؟"

"آپ کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جواد عصری واقعی اندھا ہے۔"

"بے شک اندھا ہے۔"

"لیکن ڈاکٹر! اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر شبہ ہوتا ہے۔ یہی دیکھئے کہ میں نے تمباکو اپنے پائپ میں استعمال کیا' اس نے بتا دیا کہ وہ فلاں برانڈ کا تمباکو ہے۔ کیا سونگھنے کی حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ دور سے تمباکو کا تجزیہ کرسکے۔ پھر وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ کون ریوالونگ چیئر پر بیٹھا ہوا ہے' کون کھڑا ہے اور کون ٹہل رہا ہے۔ وہ ہلکی ہلکی آہٹیں بھی سن لیتا ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ڈائلنگ کی آواز سن کر بتا دیتا ہے کہ ٹیلیفون کا

کون کون سا نمبر گھمایا جا رہا ہے۔"

"یہ تمام صلاحیتیں غیر معمولی نہیں ہیں۔ اندھوں کے دوسرے حواس قدرتی طور پر زیادہ کام کرنے لگتے ہیں۔ اندھے کسی کام کی زیادہ مشق کرنے لگیں' کسی طرف زیادہ توجہ دینے لگیں تو اس کے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل کرلیتے ہیں۔ میں آنکھوں کا اسپیشلسٹ ہوں۔ میرے پاس فارن کی ڈگریاں ہیں۔ سالہا سال کا تجربہ ہے۔ میں نے اس کے اندھے پن کا سرٹیفکیٹ پیش کیا ہے تو وہ جعلی نہیں ہو سکتا اگر آپ کی تسلی ہوگئی ہو تو آپ جائیں۔ میں دوسرے مریضوں کو دیکھوں گا۔"

زبیر نے اٹھتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا۔ "سوری ڈاکٹر! میں نے آپ کا وقت ضائع کیا ہے لیکن میری تسلی ہوگئی ہے۔ شکریہ۔"

وہ چلا گیا۔ دروازہ بند ہوگیا۔ ڈاکٹر نے اٹھ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ پھر پارٹیشن کے دوسری طرف آیا۔ وہاں آرام دہ کرسی پر جواد عصری لیٹا ہوا تھا اس کے سر پر ایک ہیڈ لائٹ تھی۔ ڈاکٹر نے قریب آکر پوچھا۔ "کیا اب آرام ہے؟"

جواد نے کہا۔ "بھئی محمود! اس آنکھ کا آئی لینس کچھ گڑبڑ ہے۔ صحیح طرح میری پتلیوں پر نہیں بیٹھ رہا ہے۔ کچھ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔"

"تم بھی کمال کرتے ہو۔ کیا ساری زندگی اندھے بنے رہو گے' جس کی بے وفائی کا یقین کرنا تھا وہ کرچکے' اسے طلاق بھی دے دی۔"

"تم واقعی ایک باکمال ڈاکٹر ہو۔ تم نے ایسا آئی لینس تیار کیا ہے کہ آنکھوں والے دھوکا کھا جاتے ہیں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تم بھی باکمال ہو' بھئی اس تجوری کے نمبر تک کیسے پہنچ گئے تھے؟ ذرا مجھے بھی تفصیل بتاؤ؟"

"سیدھی سی بات ہے۔ تم نے جو لینس میری آنکھوں پر چڑھا رکھے ہیں ان سے میری آنکھوں کی پتلیاں سفید ہوگئی ہیں اور ایک پتلی اوپر کی طرف چڑھی ہوئی ہے لیکن میری اصل پتلیاں تو لینس کے پیچھے ہیں اور پیچھے سے میں سب کچھ دیکھتا رہتا ہوں۔ زبیر سے پہلی ملاقات میں' میں نے اسے بریف کیس کھولتے دیکھ لیا تھا۔ وہ مجھے اندھا سمجھ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس کے مخصوص نمبروں کو پڑھتا جارہا ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "میں تجوری کے نمبروں کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

"میں وہی بتانے جارہا ہوں۔ جب زبیر پہلی بار ہماری کوٹھی میں آیا اور روزی اسے

کوٹھی کا اندرونی حصہ دکھانے کے لئے گئی تو میں اس بریف کیس کو اپنی خواب گاہ میں لے آیا تھا۔ اسے کھول کر دیکھنے سے پہلے میں اپنے بیڈ روم کے دوسرے دروازے سے نکل کر کوٹھی کے اس حصے میں گیا جہاں روزی' زبیر سے باتیں کر رہی تھی۔ مجھے اطمینان ہوگیا۔ میں فوراً ہی اپنی خواب گاہ میں واپس آیا۔ بریف کیس کو کھول کر ڈائری نکال لی اور اس کے ابتدائی صفحات کو دیکھا' جہاں یادداشت کے طور پر بہت کچھ لکھا ہوتا ہے' وہیں تجوری کا وہ نمبر لکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے ذہن نشین کرلیا پھر ڈائری کو اس میں رکھ کر دوبارہ بریف کیس کو بند کردیا۔"

"تم نے تجوری کب کھولی تھی؟"

"جب زبیر اپنے باڈی گارڈ کو دیکھنے کے لئے اپنے ڈرائنگ روم کی طرف گیا تھا۔ میں نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا اور تجوری کھولنے میں زیادہ وقت نہیں لگایا۔ میں نے ہیرے کو اپنی جیب میں رکھا۔ پھر اسے بند کرنے کے بعد دروازے پر آکر باڈی گارڈ کی طرح کھڑا ہوگیا۔ اس طرح زبیر کا اعتماد حاصل کیا کہ وہ مجھ پر شبہ نہ کرسکا۔ دوسری طرف میں نے روزی کے سامنے یوں ہی ٹیلیفون کا ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ روزی پر یہ ظاہر کیا کہ میں کسی کے ذریعے ہیرے کو تجوری سے نکلوا رہا ہوں تاکہ روزی کو میرے اندھے پن کا یقین رہے اور وہ یہی سمجھے کہ ایک اندھا چوری نہیں کرسکتا' اس لئے کسی سے چوری کروا رہا ہے۔ زبیر مجھ پر اب بھی اعتماد کرتا ہے۔ میں جلد ہی وہ ہیرا اس کی تجوری میں واپس رکھ دوں گا۔"

ڈاکٹر نے ہنستے ہوئے کہا: "تم نے آنکھ والوں کو خوب اُلو بنایا ہے اب یہ ڈھونگ چھوڑ دو۔"

"نہیں دوست! تمہارے آئی لینس نے مجھے وہ تماشے دکھائے ہیں جنہیں میں آنکھیں رکھ کر کبھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ آنکھ والوں کی اندھی چالیں اور اندھی سازشیں دیکھتا رہوں تو خود کو اندھا بنالوں اور میں اندھا بنا رہوں گا۔"

ڈاکٹر محمود اکبر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہماری یہ دنیا نقاب کے پیچھے یا غلاف کے اندر چھپی رہتی ہے۔ ڈاکٹر اس پر جھک کر اس کے سفید دیدے پر سفید پتلیوں کا غلاف درست کرنے لگا۔

☆======☆======☆